ملک صفدر حیات (سیریز نمبر 41)
سیدھی چال
(تحریر: حسام بٹ)
عقیل قریشی - یاسر حسنین - ناصر بلوچ - محمد
سسپنس ڈائجسٹ: جون 2009

سیدھی چال

ملک صفدر حیات

ایک پیچیدہ اور ٹیڑھے کیس کی روداد۔ ملک صاحب نے ایک سیدھی چال چلی اور نتائج حاصل کر لیے ...لیکن مسئلہ پیدا ہونے سے حل ہونے تک کیسے کیسے مرحلے آئے یہ آپ کو کہانی پڑھ کر معلوم ہوگا !

فروری کے ابتدائی ایام تھے۔ سردی کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ موسم بڑا خوش گوار اور فرحت بخش ہو رہا تھا۔ ایسی ہی ایک صبح میں ناشتے سے فارغ ہو کر تھانے جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ کوارٹر کے بیرونی دروازے پر دستک سنائی دی۔ میں اپنے کوارٹر کے اکلوتے کمرے سے باہر نکلا اور دروازے کی سمت قدم بڑھا دیے۔

اس وقت عموماً کوئی نہیں آیا کرتا تھا۔ تھانے میں اگر میری ضرورت پیش آجاتی تو وہ لوگ دروازہ کھٹ کھٹانے کے بجائے میرا انتظار کرتے تھے کیونکہ چند منٹ بعد مجھے تھانے کے اندر پہنچنا ہی ہوتا تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ کوئی ایمرجنسی ہوگئی تھی یا پھر...!

اسی لمحے ایک مرتبہ پھر دستک کی آواز ابھری۔ یہ اور اس سے پہلے والی دستک میں ایک خاص نوعیت کی احتیاط اور نزاکت پائی جاتی تھی جیسے دروازہ بجانے والا ہاتھ کسی مرد کا نہیں بلکہ کسی نازک اندام حسینہ کا ہو!

''کوئی حسینہ صبح ہی صبح میرا دروازہ کھٹ کھٹانے کیوں چلی آئی...!'' میں زیرلب بڑبڑاتے ہوئے، صحن عبور کرکے بیرونی دروازے پر پہنچا اور اس سے پہلے کہ وہاں تیسری دستک کی آواز ابھرتی، میں نے کنڈی گرا کر دروازہ کھول دیا۔

کھلے ہوئے دروازے نے میرے اندازے کی تصدیق کردی اور تصدیق بھی ڈبل ... وہاں ایک نہیں، بلکہ دو حسینائیں کھڑی تھیں۔ میں نے سوالیہ نظروں سے باری باری ان کے چہروں کا جائزہ لیا اور قدرے سخت لہجے میں پوچھا۔

''کیا بات ہے...تم دونوں کون ہو اور یہاں کیا لینے آئی ہو؟''

انہوں نے بہ یک وقت دائیں بائیں دیکھا جیسے یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی ہوں کہ انہیں وہاں کسی نے دیکھا تو نہیں پھر ان میں سے ایک نے رازدارانہ لہجے میں کہا۔

''تھانے دار جی! ہم آپ سے ایک بہت ضروری بات کرنے آئے ہیں۔ ہمیں اندر آنے دیں۔''

میں نے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے سرتاپا ان کا جائزہ لیا پھر لمحاتی سوچ بچار کے بعد ایک فیصلے پر پہنچتے ہوئے گہری سنجیدگی سے کہا۔ ''ٹھیک ہے...آ جاؤ!''

وہ دونوں میرے کوارٹر میں داخل ہوگئیں۔ میں نے بیرونی دروازہ بھیڑ دیا اور انہیں اپنے پیچھے چلاتے ہوئے کمرے میں لے آیا۔ میں خود ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور انہیں چارپائی پر بیٹھنے کو کہا۔

انہوں نے فوراً میرے حکم کی تعمیل کردی۔

وہ دونوں تقریباً ہم عمر نظر آتی تھیں لیکن قد و قامت اور جسامت میں ایک دوسرے سے مختلف تھیں۔ ان میں سے ایک دراز قامت اور گندمی رنگت کی تھی جب کہ دوسری پستہ قامد اور گوری چٹی تھی۔ یہ لڑکی حسن و جمال میں بھی دوسری، دراز قد لڑکی سے کہیں بڑھ کر تھی۔ میں نے باری باری ان کے چہروں کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

''ہاں بتاؤ، آپ لوگ مجھ سے کون سی ضروری بات کرنے آئی ہو...اور اُدھر تھانے میں آنے کے بجائے میرے کوارٹر کا رخ کیوں کیا لیکن ان سوالات کا جواب دینے سے پہلے اپنا تعارف بھی کرا دو۔''

''تھانے دار جی!'' دراز قامت نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میرا نام جمیلہ ہے اور یہ نبیلہ ہے۔'' اس نے اپنی ساتھی لڑکی کی جانب اشارہ کیا اور مزید بتایا۔ ''ہم دونوں اسی قصبے کی رہنے والی ہیں...اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ہم تھانے کے بجائے اِدھر کیوں آئی ہیں تو...!'' وہ سانس لینے کے لیے متوقف ہوئی پھر اضافہ کرتے ہوئے بولی۔

''دراصل بات یہ ہے کہ ہم چھپ چھپا کر یہاں آئی ہیں۔ ہم نہیں چاہتیں کہ کسی کو ہمارے یہاں آنے کا پتا چلے۔ اگر ہم تھانے میں آتیں تو آپ کے عملے کو خبر ہو جاتی۔''

''اچھا...!'' میں نے گھور کر جمیلہ کی طرف دیکھا۔ ''تم لوگ چھپ چھپا کر مجھ سے ملنے آئی ہو اس کا مطلب ہے، کوئی بہت ہی سنگین مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟''

اب تک صرف جمیلہ ہی نے مجھ سے بات کی تھی۔ گوری چٹی نبیلہ اس کے پہلو میں خاموش بیٹھی تھی۔ میرے اندازے کے مطابق، ان کی عمریں بیس اور پچیس کے درمیان تھیں۔ بعد میں مجھے پتا چلا کہ نبیلہ تیئس سال کی اور جمیلہ پچیس سال کی تھی۔ اس مرتبہ بھی جمیلہ ہی نے میرے سوال کا جواب دیا بلکہ یہ جواب سوال نما تھا۔

''تھانے دار جی! مسئلہ واقعی سنگین ہے اور آپ وعدہ کریں کہ اس سلسلے میں ہماری... میرا مطلب ہے، نبیلہ کی مدد ضرور کریں گے!''

''مسئلہ سنے بغیر میں تم لوگوں سے کوئی وعدہ نہیں کرسکتا۔'' میں نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔ ''اور یہ بھی بتاؤ کہ تم دونوں کا آپس میں کیا تعلق ہے۔ تم بہنیں تو نہیں ہوسکتی ہو!''

''ہم دونوں بڑی گہری سہیلیاں ہیں۔'' جمیلہ نے بتایا۔ ''اسی دوستی کی وجہ سے نبیلہ کا دکھ مجھ سے دیکھا نہیں جاتا جو میں اسے لے کر آپ کے پاس آگئی ہوں۔ صرف ایک آپ ہی ہیں جو ہماری مدد کرسکتے ہیں۔ میں نے سنا ہے، آپ بہت ہی ایماندار اور اصول پرست تھانے دار ہیں۔ غلط بات کوئی امیر، وزیر یا چوہدری بھی کر رہا ہو، آپ اس کی ہاں میں ہاں نہیں ملاتے اور نہ ہی اس سے دب کر، ناانصافی کرتے ہیں۔ آپ اپنے فرائض میں کوتاہی برداشت نہیں کرتے۔''

''تم نے میرے بارے میں جو کچھ بھی سنا ہے وہ غلط نہیں۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''تمہید خاصی طویل ہوگئی ہے۔ اب تم نبیلہ کے مسئلے کی طرف... بلکہ نبیلہ! تم خود اپنا مسئلہ مجھے بتاؤ؟''

نبیلہ نے اپنی خوبصورت آنکھوں سے مجھے دیکھا اور ایک لمحے کے توقف سے مستفسر ہوئی۔ ''تھانے دار جی! کیا بیٹیاں بھیڑ بکریاں ہوتی ہیں...؟''

''نہیں...!'' میں نے آنکھیں سکیڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کے سوال کے الفاظ میں دکھ ہی دکھ بھرا ہوا تھا۔ ''یہ بات تم سے کس نے کہہ دی۔ بیٹیاں تو اللہ کی رحمت اور اپنے ماں باپ کی آنکھوں کا نور ہوتی ہیں۔ انہیں نہ تو بوجھ سمجھنا چاہیے اور نہ ہی بھیڑ بکریاں...''

وہ روہانسی آواز میں بولی۔ ''لیکن مجھے تو ایسا ہی سمجھا جارہا ہے۔''

اس کی گلوگیری کو دیکھتے ہوئے میں نے قدرے نرم لہجے میں پوچھا۔ ''نبیلہ! لگتا ہے، تمہارے گھر میں کوئی گڑبڑ چل رہی ہے، خصوصاً تمہارے رشتے یا شادی کے حوالے سے؟''

میرا اندازہ بالکل درست ثابت ہوا۔ اس نے چونک کر مجھے دیکھا اور اضطراری لہجے میں پوچھا۔ ''آپ کو یہ بات کس نے بتائی؟''

''تمہاری ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں اور رندھی ہوئی آواز نے'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''بیٹی! مجھے تھانے داری کرتے ہوئے کئی سال ہوگئے ہیں۔ جس طرح تم اپنے ہاتھوں اور ان کی انگلیوں کو پہچانتی ہو، بالکل ویسے ہی میں اپنے پاس آنے والے لوگوں اور ان کے مسائل سے واقف ہوجاتا ہوں۔'' میں لمحے بھر کے لیے متوقف ہوا، ایک گہری سانس خارج کی اور اپنی بات مکمل کرتے ہوئے کہا۔

''نبیلہ بیٹی! تمہاری ذہنی کیفیت اور جسمانی حالت کو دیکھتے ہوئے میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ تمہارے والدین زبردستی تمہاری شادی کسی ایسے شخص سے کرنا چاہتے ہیں جو تمہیں ذرا بھی پسند نہیں اور یہ کہ... تم کسی اور کو پسند کرتی ہو... ہیں نا؟''

نبیلہ کے چہرے پر ایک رنگ سا آکر گزر گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ میرے استفسار کے جواب میں کچھ کہتی، جمیلہ جلدی سے بول اٹھی۔ اس کے لہجے میں دنیا جہان کی حیرت سمٹ آئی تھی۔

''تھانیدار جی! کیا یہ کہانی ہم سے پہلے ہی آپ کے پاس پہنچ چکی ہے؟''

''نہیں!'' میں نے قطعی انداز میں کہا۔ ''پہلے تم دونوں یہاں پہنچی ہو، پھر یہ کہانی... میں نے بتایا ہے نا، میں نے اپنے تجربے اور مشاہدے کی بنا پر نبیلہ کے بارے میں ایک اندازہ قائم کیا ہے اور مجھے قوی امید ہے، یہ اندازہ غلط نہیں ہوسکتا!''

''آپ یا تو غیب داں ہیں... یا پھر کوئی نجومی!'' جمیلہ نے حیرت آمیز نظروں سے میری جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''مجھے گناہ گار نہ کرو بیٹی!'' میں نے تنبیہی انداز میں انگلی ہلاتے ہوئے جمیلہ سے کہا۔ ''غیب داں صرف خدا کی ذات ہے اور علم نجوم سے بھی میرا کوئی تعلق نہیں۔ یہ سب میرے پیشہ ورانہ تجربے کا نچوڑ ہے۔ اگر میں نے کچھ بھی غلط کہا ہے تو تم اس کی تردید کرسکتی ہو!''

''آپ نے بالکل ٹھیک بتایا ہے تھانیدار جی۔'' نبیلہ عقیدت بھری نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔

میں نے کہا۔ ''تم لوگوں کی آمد سے قبل میں تھانے

جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ وہاں میرا انتظار ہو رہا ہوگا۔ تم نے جو کچھ بھی کہنا ہے، مختصر اور مؤثر الفاظ میں کہہ ڈالو۔ ورنہ اُدھر سے اگر کوئی مجھے بلانے یہاں آگیا تو تمہاری یہاں میرے پاس موجودگی کا راز کھل جائے گا اور... تم لوگ ایسا نہیں چاہو گی!''

نبیلہ نے سہمی ہوئی نظروں سے جمیلہ کی طرف دیکھا اور اضطراری لہجے میں بولی۔ ''جمیلہ! تم ہی جلدی جلدی تھانیدار جی کو سب کچھ بتا دو۔ میں ٹھیک طرح بات نہیں کرسکوں گی۔''

نبیلہ کا اشارہ پا کر جمیلہ شروع ہوگئی۔

آئندہ دس منٹ کی گفت وشنید میں نبیلہ کے جو تازہ ترین حالات مجھ تک پہنچے، میں ان کا خلاصہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں تاکہ آگے بڑھنے سے پہلے آپ بھی نبیلہ کے پس منظر سے آگاہ ہوجائیں۔

جیسا کہ میں نے شروع میں بتایا ہے، نبیلہ نہایت ہی حسین وجمیل اور پُرکشش لڑکی تھی۔ ایسی لڑکیوں کے لیے بعض اوقات ان کا حسن ہی سب سے بڑی مصیبت بن جاتا ہے۔ بے چاری نبیلہ کے ساتھ بھی کچھ اسی نوعیت کی صورتِ حال تھی۔ وہ گاؤں ہی کے ایک نوجوان انور علی کو پسند کرتی تھی اور ظاہر ہے، اس سے شادی بھی کرنا چاہتی تھی لیکن اس کی ماں عائشہ بی بی کو اس کے جذبات، احساسات اور پسند کی ذرا پروا نہیں تھی۔ وہ اپنی مرضی سے زبردستی اس کی شادی چوہدری مشتاق سے کرنا چاہتی تھی۔ نبیلہ کے مطابق، چوہدری مشتاق ایک عیاش شخص تھا اور عمر میں اس کے باپ سے بھی دس سال بڑا تھا۔ ''شادی'' کا لفظ تو وہ اس کی ماں کو تسلی دینے کے لیے استعمال کر رہا تھا ورنہ اس کی نظروں میں نبیلہ کی حیثیت کسی خوبصورت کھلونے سے زیادہ نہیں تھی۔ وہ چند روز تک اس دلکش کھلونے سے اپنا دل بہلاتا پھر اسے کہیں بھی پھینک دیتا۔ وہ ایک شادی شدہ اور پوتوں، پوتیوں، نواسوں، نواسیوں والا شخص تھا۔ اس عمر اور حالات میں وہ نبیلہ سے باقاعدہ شادی کر کے حویلی میں اپنے لیے کوئی نئی مصیبت کھڑی کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ نبیلہ اور جمیلہ کو یقین تھا کہ اگر چوہدری مشتاق نے عائشہ بی بی سے ایسی کوئی بات کی تھی تو یہ دھوکے کے سوا اور کچھ نہیں تھا اور... عائشہ بڑی خوب صورتی سے یہ دھوکا کھا رہی تھی۔ وہ یہی سمجھ رہی تھی کہ چوہدری مشتاق واقعی اس کی بیٹی کو چوہدرائن بنائے گا۔ اس طرح وہ خود چوہدری کی ساس بن جائے گی، پھر پورے گاؤں میں اس کی ٹور نکل آئے گی۔ نبیلہ یہ چاہتی تھی کہ میں اس کی ماں کو سمجھاؤں تاکہ وہ چوہدری مشتاق کا خیال اپنے ذہن سے نکال دے۔ اسی مقصد سے وہ دونوں میرے پاس آئی تھیں۔ ان کی نظر میں ایک میں ہی تھا جو اس مسئلے کو حل کرسکتا تھا۔ ان کی خواہش تھی کہ میں کچھ بھی کروں... عائشہ بی بی کو سمجھاؤں یا چوہدری سے بات کروں، نتیجہ یہ نکلنا چاہیے کہ نبیلہ، چوہدری مشتاق کے ہتھے چڑھنے سے بچ جائے!

میں نے پوری توجہ سے یہ قصہ سنا اور جمیلہ کے خاموش ہونے پر نبیلہ سے پوچھا۔ ''نبیلہ بیٹی! کیا تمہارا باپ حیات ہے؟''

''جی ہاں'' اس نے جلدی سے اثبات میں گردن ہلائی۔ ''میرے ابو کا نام حیات ہی ہے۔''

''میں نے تمہارے باپ کا نام نہیں پوچھا'' میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ ''میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کیا تمہارا باپ زندہ ہے؟''

''جی، میرے ابو زندہ ہیں۔'' اس نے جواب دیا۔

''کیا تمہارے باپ کو یہ بات معلوم نہیں کہ تمہاری ماں، تمہارے ساتھ کیا کرنے والی ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''ابو کو سب پتا ہے جی۔'' وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولی۔

''تو کیا تمہارا باپ بھی اس سازش میں اپنی بیوی کا حامی ہے؟''

''نن... نہیں جی۔'' اس نے بڑی سرعت سے نفی میں گردن ہلائی۔

"پھر...؟" میں نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔
"وہ جی..." وہ متذبذب انداز میں بولی۔ "گھر میں صرف امی کی چلتی ہے۔"
جمیلہ نے اپنی دانست میں وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "تھانیدار جی! بات دراصل یہ ہے کہ نبیلہ کی امی بڑی جلال والی اور من مانی کرنے والی عورت ہے۔ حیات چاچا کی تو اس کے سامنے ذرا نہیں چلتی۔ گھر میں، ایک طرف کسی کونے میں خاموش بیٹھا رہتا ہے۔ کچھ عورتوں کا تو یہ خیال ہے کہ...!"
وہ بولتے بولتے اچانک خاموش ہوگئی تو میں نے دریافت کیا۔ "ہاں بتاؤ، بعض عورتوں کا حیات کے بارے میں کیا خیال ہے؟"
"وہ جی... وہ کہتی ہیں، عائشہ نے اپنے خاوند کو الو کا گوشت کھلایا ہوا ہے۔" جمیلہ نے بتایا۔ "اسی لیے چاچا حیات الو بنا ایک طرف پڑا رہتا ہے اور بیوی کے سامنے زبان کھولنے کی ہمت نہیں کرتا۔"
الو کے گوشت اور خون کے حوالے سے متعدد داستانیں سالہا سال سے چلی آرہی ہیں۔ ہوسکتا ہے، ان میں کچھ سچائی بھی ہو لیکن اس سلسلے میں چونکہ میرا کوئی ذاتی تجربہ نہیں ہے اس لیے کوئی حتمی رائے پیش کرنے سے قاصر ہوں۔ سنا ہے، الو کا خون اور گوشت مختلف قسم کے سفلی عملیات میں استعمال ہوتا ہے!
"ہوں...!" میں نے جمیلہ کی وضاحت کے جواب میں ایک گہری سانس خارج کی اور نبیلہ سے پوچھا۔ "تمہارے اور بھائی بہن بھی ہوں گے؟"
"صرف ایک چھوٹا بھائی ہے جی۔" وہ شکستہ لہجے میں بولی۔ "اس کا نام یعقوب ہے جس کی عمر پندرہ سال کے قریب ہوگی۔"
"پندرہ سال کوئی کم عمر نہیں ہوتی نبیلہ!" میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "اس عمر میں لڑکا بھرپور جوان ہوجاتا ہے اور بھائی تو ہمیشہ سے بہنوں کے حامی رہے ہیں۔ کیا یعقوب کو تمہارا کوئی خیال نہیں... اسے تمہارے حالات کی خبر تو ہے نا؟"
"جسے خود اپنی خبر نہ ہو وہ دوسروں کی کیا خبر رکھے گا۔" اس نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا۔
"اپنی خبر نہ ہو... کیا مطلب؟" میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔
اس کی آواز ایسی بھرائی تھی کہ میرے سوال کے جواب میں کچھ بتا نہ سکی۔ اس نازک مرحلے پر اس کی دوست جمیلہ مدد کو لپکی اور اس نے مجھے بتایا۔
"تھانیدار جی! یعقوب مستانہ ہے... اللہ لوگ ہے... آپ میری بات سمجھ رہے ہیں نا؟"
"بالکل سمجھ رہا ہوں بیٹی۔" میں نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
سچی بات تو یہ ہے کہ نبیلہ کے نامساعد بلکہ افسوس ناک حالات سن کر میرے دل میں اس کے لیے ہمدردی کے جذبات ابھر آئے تھے اور میں نے اسی وقت یہ فیصلہ کرلیا تھا کہ اسے اس مصیبت سے ضرور نکالوں گا لہٰذا میں نے اسی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔
"نبیلہ بیٹی! تم بے فکر ہوکر گھر جاؤ اور آئندہ کے لیے چھپ چھپا کر تھانے یا میرے کوارٹر میں آنے کی ضرورت نہیں۔ میں نے تمہارا مسئلہ بڑی توجہ سے سن اور سمجھ لیا ہے۔ میں اپنے طور پر تھوڑی تفتیش کروں گا۔ اگر تمہارے بیان کردہ حالات میں صداقت نظر آئی تو یہ میرا تم سے وعدہ ہے کہ عائشہ بی بی تمہاری مرضی کے خلاف زبردستی کہیں بھی تمہاری شادی نہیں کرسکے گی۔ اس سلسلے میں تم بالکل مطمئن ہوجاؤ۔"
"بہت بہت شکریہ تھانیدار جی۔" وہ تشکرانہ لہجے میں بولی۔ "اور آپ پورا بھروسا رکھیں کہ میں نے ایک ذرا سا بھی جھوٹ نہیں بولا۔"
"بڑی اچھی بات ہے۔" میں نے سرسری انداز میں کہا پھر روئے سخن جمیلہ کی طرف موڑتے ہوئے پوچھا۔
"جمیلہ! تمہارے ساتھ تو ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے؟"
"نہیں جی...!" اس نے جلدی سے نفی میں گردن ہلادی۔
"چاچا، چاچی تو بہت اچھے ہیں جی۔" نبیلہ نے انکشاف انگیز لہجے میں بتایا۔ "میرا مطلب ہے، جمیلہ کی امی اور ابو...!"
"میں تمہارا مطلب سمجھ گیا تھا بیٹی۔" میں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔
جمیلہ بولی۔ "نبیلہ واقعی سچ کہہ رہی ہے تھانیدار جی! میرے امی ابو بہت ہی سمجھ دار ہیں۔ انہوں نے اپنی اولاد کے لیے ہمیشہ اچھا سوچا ہے۔ مجھے یقین ہے، ہماری شادیاں بڑے امن وامان سے ہوجائیں گی۔"
"تم لوگ کتنے بھائی بہن ہو؟" اس کے خاموش ہونے پر میں نے پوچھا۔
"ہم تین بہنیں ہیں۔" جمیلہ نے بتایا۔ "ہمارا کوئی بھائی نہیں۔"

"بیٹی یا بیٹا دینا قدرت کے ہاتھ میں ہے۔" میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ان معاملات میں انسان کا بس نہیں چلتا۔ ویسے بھی بیٹی اللہ کی رحمت ہوتی ہے۔ تم بہنوں کو بھائی کی کمی تو ضرور محسوس ہوتی ہوگی لیکن اس دنیا میں سب کو، سب کچھ نہیں ملتا۔ قدرت کی طرف سے جو عطا ہو، اس کا شکر ادا کرنا چاہیے اور... جو بھی محرومی ہو، اس پر صبر کرنا چاہیے۔ اس حکمت کو اگر عملی زندگی میں داخل کرلیا جائے تو جیون بڑا پُرسکون ہو جاتا ہے۔"

انہوں نے میری ہدایات پر عمل کرنے کا وعدہ کیا تو میں نے تسلی تشفی دے کر انہیں اپنے کوارٹر سے رخصت کر دیا۔ ان کے جانے کے بعد، میں نے جلدی جلدی یونیفارم پہنی اور اپنی ڈیوٹی پر "حاضر" ہو گیا۔ تھانے کے حالات معمول کے مطابق تھے۔

اس روز میں خلافِ معمول تھوڑی تاخیر سے تھانے پہنچا تھا لیکن تھانے کے عملے نے میری اس "دیری" کو محسوس نہیں کیا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ آج کل راوی بین ہی چین لکھ رہا تھا!

☆☆☆

بزرگوں کو کہتے سنا ہے اور میرے تجربے میں بھی آیا ہے کہ اپنی خوشی، سکون، آسانی، آرام اور چین کا زیادہ تذکرہ نہیں کرنا چاہیے۔ ان معاملات کو جتنا محدود رکھا جائے، اتنا ہی اچھا ہوتا ہے۔ اگر چرچا حد سے تجاوز کر جائے تو پھر خوشیوں کو فوراً ہی نظر بھی لگ جایا کرتی ہے اور ایسا ہی معاملہ اس روز میرے ساتھ بھی پیش آیا تھا۔

جیسا کہ میں نے بتایا ہے، ان دنوں تھانے میں راوی چین ہی چین لکھ رہا تھا۔ میں تھانے آیا تو اے ایس آئی وحید راٹھور میرے کمرے میں آ گیا۔ وحید ایک تجربہ کار اور سمجھ دار پولیس اہلکار تھا۔ مجھے اس تھانے میں تعینات ہوئے ابھی چند ماہ ہی ہوئے تھے اور اس مختصر سی مدت میں، میں نے وحید کے جوہر دیکھ لیے تھے۔ وہ ایک ایسا شخص تھا جس پر مکمل بھروسا کیا جا سکتا تھا۔ میں نے آزمائش کے لیے ایک دو مشن میں اسے اپنے ساتھ بھی رکھا تھا اور اس کی کارکردگی کو تسلی بخش پایا تھا۔ فارغ اوقات میں وہ میرے کمرے میں آ جاتا اور ہمارے درمیان دنیا کے ہر موضوع پر آزادانہ گپ شپ ہوتی رہتی تھی۔ وحید راٹھور کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا، جن سے پہلی ہی ملاقات میں دوستی ہو جایا کرتی ہے۔

اس روز بھی میں اور وحید اپنی فرصت اور فراغت پر بات کر رہے تھے کہ یہ چرچا قدرت کو پسند نہیں آیا اور دوپہر سے پہلے ہی ہمارے لیے مصروفیت کی بھرمار ہو گئی۔ تین چار ایسے معاملات آن پڑے تھے کہ انہیں نمٹانے میں شام ہو گئی۔

ذرا سانس لینا نصیب ہوا تو مجھے یاد آیا کہ نبیلہ والے مسئلے پر مجھے وحید راٹھور سے بات کرنا تھی۔ وحید اسی گاؤں کا رہنے والا تھا۔ مقامی ہونے کے ناتے اسے یہ آسانی حاصل تھی کہ وہ وہاں کے لوگوں کو مجھ سے زیادہ جانتا تھا اور ان کے حوالے سے بہ نسبت زیادہ سہولت کے ساتھ معلومات اکٹھا کر سکتا تھا۔ میں نے فوراً ہی اسے اپنے کمرے میں بلا لیا۔

"وحید...!" وہ آ کر میرے سامنے بیٹھ چکا تو میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "تم اسی گاؤں کے رہنے والے ہو۔ یہاں کے لوگوں کے بارے میں تمہیں سب کچھ معلوم ہوگا۔ میں غلط تو نہیں کہہ رہا نا؟"

وحید راٹھور کی عمر پینتیس سال کے قریب رہی ہوگی۔ وہ پکے رنگ کا ایک دراز قامت شخص تھا۔ اس نے خاصی بھاری مونچھیں رکھ چھوڑی تھیں۔ سر کے بال آدھے سے زیادہ اڑ چکے تھے۔ وہ کم گو تھا اور ٹھہر ٹھہر کر بولتا تھا لیکن مجھ سے گفتگو کرتے ہوئے اس کی کم گوئی غائب ہو جاتی تھی، البتہ لہجے کا ٹھہراؤ برقرار رہتا تھا۔

میرے سوال کے جواب میں اس نے بتایا۔ "ملک

صاحب! اس گاؤں کے ایک ایک بندے کو جاننے کا دعویٰ تو میں نہیں کرسکتا لیکن یہ ہے کہ تقریباً سبھی سے دعا سلام ہے مگر آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں۔ کیا کوئی مسئلہ کھڑا ہوگیا ہے؟''

اس نے اپنی بات کو سوالیہ جملے پر چھوڑا تو میں نے کہا۔''فی الحال تو کوئی مسئلہ نہیں ہے لیکن روک تھام نہ کی گئی تو آگے چل کر مسئلہ پیدا ہوسکتا ہے۔'' میں سانس لینے کے لیے متوقف ہوا پھر اضافہ کرتے ہوئے کہا۔

''دراصل، میں گاؤں کے چند لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ ان میں چوہدری مشتاق، حیات احمد اور اس کی بیوی عائشہ بی بی، ان دونوں کی بیٹی نبیلہ اور بشیر ترکھان کے بیٹے انور علی کے نام شامل ہیں...''

وحید راٹھور نے سوچتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھا اور بولا۔''ملک صاحب! ان تمام افراد سے تو میں اچھی طرح واقف ہوں لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی کہ آپ کو ان کے بارے میں کس قسم کی معلومات درکار ہیں!''

''میں سمجھاتا ہوں'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔''مجھے پتا چلا ہے کہ حیات احمد کی بیوی عائشہ اپنے خاوند کو جوتے کی نوک پر رکھتی ہے۔ وہ بے چارہ کسی الّو کے مانند گھر کے کونے کھدرے میں پڑا رہتا ہے۔ گھر کے کسی معاملے میں، اس کو شامل نہیں کیا جاتا اور... عائشہ بالا ہی بالا نبیلہ کی شادی چوہدری مشتاق سے کرنے والی ہے جب کہ نبیلہ، چوہدری سے شدید نفرت کرتی ہے۔ وہ بشیر ترکھان کے بیٹے انور علی کو پسند کرتی ہے... یہ ہے ساری کہانی۔'' میں لمحے بھر کے لیے متوقف ہوا، پھر اضافہ کرتے ہوئے کہا۔

''میں اس کہانی کی حقیقت جاننا چاہتا ہوں تاکہ آئندہ کے لیے لائحہ عمل تیار کیا جاسکے!''

اس نے بڑے تحمل سے میری بات سنی اور میرے خاموش ہونے پر ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔''ملک صاحب! میں بشیر ترکھان کے اکلوتے بیٹے انور علی کو تو جانتا ہوں لیکن مجھے یہ پتا نہیں کہ کوئی نبیلہ اس کو پسند کرتی ہے، البتہ... جہاں تک حیات احمد کی گھر والی عائشہ کا تعلق ہے تو اس کا معاملہ خاصا گڑبڑ ہے...!''

''معاملہ خاصا گڑبڑ ہے... کیا مطلب؟'' میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

وہ رازدارانہ انداز میں بتانے لگا''ملک صاحب! میری معلومات کے مطابق، عائشہ اچھے کردار کی عورت نہیں۔''

''میں نے سنا ہے، اس نے اپنے خاوند کو الّو کا گوشت کھلا رکھا ہے۔'' میں نے بدستور چونکے ہوئے لہجے میں کہا۔''کہیں تمہارا اشارہ اس جانب تو نہیں وحید؟''

''نہیں...!'' اس نے بڑی شدت نفی میں گردن ہلائی۔''جناب! الّو کے گوشت والی کہانی تو میرے علم میں نہیں... میرا اشارہ چوہدری صاحب کی طرف ہے۔''

''چوہدری صاحب... تمہارے کہنے کا مطلب ہے، چوہدری مشتاق؟'' میری حیرت میں اضافہ ہوگیا۔

''جی ... میں چوہدری مشتاق ہی کی بات کررہا ہوں۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولا۔

''لیکن...'' میں نے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا۔''چوہدری مشتاق اور عائشہ کا آپس میں کیا تعلق؟''

''ملک صاحب! میں نے مر کر اپنی قبر میں جانا ہے۔'' وحید راٹھور نے گہری سنجیدگی سے کہا۔''میں نے چونکہ اپنی آنکھوں سے کچھ نہیں دیکھا، اس لیے دعوے سے کچھ نہیں کہہ سکتا مگر...'' وہ لمحاتی توقف کے بعد دوبارہ گویا ہوا۔

''مگر گاؤں میں عائشہ کے حوالے سے کوئی اچھا تاثر نہیں پایا جاتا۔ لوگ، ظاہر ہے کہ چوہدری سے ڈرتے ہیں اور اس کی ناراضی کو برداشت نہیں کرسکتے اس لیے سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے بھی خاموش رہتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ لوگوں کے خیال میں عائشہ کوئی باکردار عورت نہیں۔ اس کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ چوہدری مشتاق سے اس کے ناجائز تعلقات ہیں۔''

''تو کیا... چوہدری مشتاق اس ٹائپ کا بندہ ہے؟'' میں نے تصدیقی لہجے میں پوچھا۔

اے ایس آئی نے اثبات میں گردن ہلانے پر اکتفا کیا۔

''ہوں...!'' میں نے ایک گہری سانس خارج کی اور کہا۔''میں نے سنا ہے، چوہدری مشتاق ساٹھ کے پیٹے میں ہے اور... عائشہ بھی پینتالیس کے اریب قریب ہے۔ اس عمر میں، جبکہ اولاد بھی جوان ہوچکی ہو تو انسان میں خاصا ٹھہراؤ آجاتا ہے لیکن...؟''

میں نے پُرسوچ انداز میں جملہ ادھورا چھوڑا تو وحید راٹھور نے جلدی سے کہا۔''ملک صاحب! آپ نے مردوں کے حوالے سے وہ محاورہ تو سنا ہوگا۔ ساٹھا پاٹھا... تو اپنے چوہدری مشتاق کا شمار بھی ایسے ہی مردوں میں ہوتا ہے۔'' وہ معنی خیز انداز میں متوقف ہوا اور پھر رازدارانہ لہجے میں بولا۔

''اس میں کوئی شک نہیں کہ عائشہ پینتالیس سال کی ہے لیکن شاید آپ نے اسے دیکھا نہیں...!''

''ہاں، میں نے اسے دیکھا نہیں۔'' میں نے گہری سنجیدگی سے اثبات میں گردن ہلائی۔

''کیوں... کیا کوئی خاص بات؟''

''وہ بہت خوبصورت عورت ہے۔'' وحید نے پُرمعنی لہجے میں بتایا۔ ''دیکھنے میں تیس سے زیادہ کی نہیں لگتی۔ وہ کیا کہتے ہیں...'' وہ لمحاتی توقف کے بعد اضافہ کرتے ہوئے بولا۔ ''عائشہ نے سدابہار جوانی پائی ہے...!''

''ایک ساٹھا پاٹھا اور دوسری سدا بہار...!'' میں نے خودکلامی کے سے انداز میں کہا۔ ''لیکن وحید... ایک بات سمجھ میں نہیں آرہی!''

''کون سی بات ملک صاحب؟'' اس نے الجھن زدہ لہجے میں استفسار کیا۔

میں نے متذبذب انداز میں کہا۔ ''اگر عائشہ ''اس'' درجے پر چوہدری سے متعلق رہی ہے تو وہ اپنی بیٹی کی شادی چوہدری سے کیسے کرسکتی ہے۔ کیا اس میں اتنی سی عقل بھی نہیں؟''

''یہی بات مجھے بھی ہضم نہیں ہورہی ملک صاحب!'' وہ صاف گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولا۔ ''آپ نے کہا ہے تو میں اس معاملے پر غور کررہا ہوں ورنہ مجھے یقین تو بالکل نہیں آیا۔ یہ ٹھیک ہے، عائشہ ایک حسین وجمیل عورت ہے اور س کی بیٹی نبیلہ بھی اسی پر گئی ہے لیکن چوہدری مشتاق اس زاج کا آدمی نہیں کہ وہ کسی مرحلے پر ان سے شادی کے لیے بار ہوجائے۔ یہ تو مخمل میں ٹاٹ کا پیوند والی بات ہوگی۔ دہدری اپنی عیاشی کے لیے تو... خیر، چھوڑیں ملک صاحب! بھے مرکر خدا کو جواب دینا ہے۔ میں کسی کی عیب جوئی کرکے خوامخواہ گناہ گار نہیں ہونا چاہتا۔''

''میں بھی یہ نہیں چاہوں گا کہ تم گناہ گار ہو۔'' میں نے گمبیر لہجے میں کہا۔ ''لیکن یہ تو پتا چلنا چاہیے کہ اس، شادی والی کہانی کی حقیقت کیا ہے؟''

''اس کے لیے تھوڑی تحقیق کرنا پڑے گی ملک صاحب!'' وہ پُرعزم لہجے میں بولا۔

''ٹھیک ہے، تم آج ہی سے اس منصوبے پر کام شروع کردو۔'' میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ ''اور جیسے ہی کوئی مثبت یا منفی نتیجہ سامنے آئے، تم فوراً مجھے آگاہ کرو۔ اس کے بعد میرا کام شروع ہوگا۔''

''آپ کا حکم سرآنکھوں پر ملک صاحب!'' وحید راٹھور نے فرمانبرداری سے کہا۔ ''لیکن میں سمجھ نہیں سکا کہ آپ کس کیس پر کام کررہے ہیں...؟''

''میں سمجھتا ہوں۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''وحید! تم میرے بھروسے کے آدمی ہو۔ اس بات کو خود تک ہی محدود رکھنا...'' میں نے ذرا توقف کرکے ایک گہری سانس خارج کی اور سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''وہ دراصل آج صبح عائشہ کی بیٹی نبیلہ اپنی ایک سہیلی جمیلہ کے ساتھ مجھ سے ملنے آئی تھی۔ اس نے مجھے ان تشویش ناک حالات سے آگاہ کیا ہے اور ساتھ ہی روتے ہوئے مجھ سے یہ التجا بھی کی کہ میں کسی بھی طرح اس شادی کو روکنے کی کوشش کروں۔ وہ چوہدری مشتاق سے شدید نفرت کرتی ہے۔ اس کی خواہش تو یہی ہے کہ بشیر ترکھان کے لڑکے سے اس کی شادی ہو مجھے تو یہ بچی نبیلہ بہت ہی دکھی اور ستم رسیدہ لگتی ہے!''

''جو حالات آپ نے بتائے ہیں ان کی روشنی میں تو نبیلہ واقعی ہمدردی اور مدد کی مستحق ہے۔'' وہ اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولا۔ ''جس حد تک ممکن ہو اور ہمارے اختیار میں ہو، ہمیں اس کی مدد کرنا بھی چاہیے۔'' وہ چند لمحات کے لیے خاموش ہوا پھر مجھ سے سوال کردیا۔

''ملک صاحب! نبیلہ آج صبح کس وقت تھانے آئی تھی؟''

''وہ تھانے نہیں، بلکہ میرے کوارٹر پر آئی تھی۔'' میں نے جواب دیا۔ ''اس وقت میں تھانے آنے کی تیاری کررہا تھا اسی لیے آج میں قدرے دیر سے اپنے کمرے میں پہنچا ہوں۔''

''اوہ...!'' اس نے متاسفانہ لہجے میں کہا۔ ''ملک صاحب! آپ مجھے صرف دو دن دے دیں۔ میں تیسرے دن اس معاملے کی مکمل رپورٹ آپ کی خدمت میں پیش کردوں گا۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ ''اس موضوع پر ہم دو دن بعد یعنی، تیسرے روز بات کریں گے۔''

اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

☆☆☆

اے ایس آئی وحید راٹھور نے مجھ سے دو دن کی مہلت لی تھی لیکن اسے یہ تحقیق مکمل کرنے کا بھرپور موقع نہ مل سکا کیونکہ دوسرے دن کی صبح کو ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ یہ معاملہ کسی اور ہی سانچے میں ڈھلتا ہوا دکھائی دینے لگا۔

فروری کی آٹھ تاریخ کو میں تھانے میں جاکر بیٹھا ہی تھا کہ ایک عجیب واقعہ پیش آگیا۔ مجھے اپنے کمرے کے باہر شور سا سنائی دیا جیسے چند افراد آپس میں جھگڑا کررہے ہوں۔ میں نے کانسٹیبل گل فراز کو آواز دے کر اپنے پاس بلایا اور

صورتِ حال جاننے کی کوشش کی۔
"گل فراز! یہ باہر کیا مچھلی بازار بنا ہوا ہے؟"
اس نے جواب دیا۔ "ملک صاحب! چوہدری کے بندے ایک جوان کو مارتے ہوئے تھانے لائے ہیں۔ وہ اس کے خلاف کوئی اغوا شغوا کی رپورٹ درج کروانا چاہتے ہیں۔"
"کون ہے وہ بدبخت؟" میں نے کانسٹیبل سے استفسار کیا۔
"وہ کم ذات، بدبخت یہ ہے تھانیدار صاحب...!" کانسٹیبل کے بجائے کسی اور نے میرے سوال کا جواب دیا۔
میں نے نگاہ اٹھا کر گل فراز کے عقب میں دیکھا۔ کھلے ہوئے دروازے میں بولنے والے کا چہرہ نمودار ہو چکا تھا۔ وہ ایک ہٹا کٹا، دراز قامت شخص تھا جس نے ایک جوان کو کالر سے دبوچ رکھا تھا۔ صاف دکھائی دیتا تھا کہ وہ بدبخت شخص یہی تھا جس کا ذکر ہو رہا تھا۔ ان دونوں کے پیچھے، دو تین مزید افراد بھی نظر آئے جن میں ایک خوبصورت عورت بھی شامل تھی۔ اگلے ہی لمحے ایک پستہ قامت بندے نے معتوب شخص کو بازو سے تھام لیا اور قدرے درشت لہجے میں بولا۔
"تھانیدار جی! اس کمینے کو حوالات میں بند کر دیں۔"
مجھے اس بندے کا انداز بہت برا لگا۔ میں نے معتوب شخص کو نظرانداز کرتے ہوئے اسی سے پوچھ لیا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"
وہ سینہ چوڑا کرتے ہوئے بولا۔ "جناب! میرا نام خوشیا ہے اور ہم چوہدری صاحب کے خاص بندے ہیں۔" اس نے اپنے دراز قامت ساتھی کی جانب اشارہ کیا۔ "یہ دارا ہے... دارا مرکی والا۔"
مذکورہ دراز قامت شخص کے ایک کان میں بالی ڈلی ہوئی تھی۔ گاؤں دیہات میں کان کے اس زیور کو مرکی کہا جاتا ہے۔ مرکی والا ہٹا کٹا شخص وہی تھا جس نے اس جوان کو کالر سے دبوچ رکھا تھا۔ خوشیا نے اسی حوالے سے اپنے ساتھی کا تعارف کرایا تھا۔
میں نے گھور کر پستہ قامت خوشیا کی آنکھوں میں دیکھا اور پوچھا۔ "تم نے اپنا اور اپنے ساتھی کا تعارف تو کرا دیا۔ تم دونوں کے انداز ہی سے پتا چلتا ہے کہ تمہارے پیچھے کسی طاقتور بندے کا ہاتھ ہے۔ اب ذرا یہ بھی بتا دو کہ اس تھانے کا انچارج کون ہے؟"
خوشیا میرے سوال پر بری طرح چونکا پھر اپنی توند پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔ "جناب تھانیدار تو آپ ہی ہیں۔"
"میں تھانیدار ہوں تو تھانیداری بھی مجھے ہی کرنے دو۔" میں نے سنسناتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "مجھے یہ بتانے یا سمجھانے کی ضرورت نہیں کہ کس کو حوالات میں بند کرنا ہے اور کس کو ڈرائنگ روم کی سیر کرانا ہے... میری بات سمجھ رہے ہو نا؟"
"جناب! آپ تو خوامخواہ ناراض ہو رہے ہیں۔" دارا مرکی والا نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ہم تو ایک خطرناک مجرم کو پکڑ کر آپ کے پاس لائے ہیں اور آپ الٹا ہمیں ہی جھڑک رہے ہیں۔"
"میں الٹا جھڑک رہا ہوں یا سیدھا، اس کا فیصلہ تو بعد میں ہوگا۔" میں نے تحکمانہ انداز میں کہا۔ "دارا! تم پہلی فرصت میں اس کا کالر چھوڑ دو...!"
دارا نے ایک لمحے کے لیے مجھے متذبذب نظر سے دیکھا پھر اس مسکین صورت شخص کو اپنی گرفت سے آزاد کر دیا۔ اس نے سکھ کی ایک گہری سانس لی اور تشکر آمیز نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔ وہ شکل صورت سے ایک بھلے مانس آدمی دکھائی دیتا تھا۔
میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں اس سے پوچھا۔ "ہاں بھئی... نام کیا ہے تمہارا؟"
"جی... میں انور علی ہوں۔" وہ ڈرے سہمے لہجے میں بولا۔
"انور علی...!" مجھے یہ نام شناسا سا محسوس ہوا لیکن فوری طور پر کچھ یاد نہ آسکا۔ میں نے انور علی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تم نے ایسا کون سا خطرناک جرم کیا ہے جو یہ لوگ یوں دھکیل گھسیٹ کر یہاں لائے ہیں؟"
"اس کا جرم میں بتاتی ہوں تھانیدار جی!" ان کے ساتھ آنے والی خوبصورت عورت نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "اس مردود نے میری بیٹی کو اغوا کیا ہے۔"
"بی بی... تم کون ہو؟" میں نے گہری سنجیدگی سے پوچھا۔
"میرا نام عائشہ بی بی ہے جناب!" وہ مضبوط لہجے میں بولی۔ "اور میری اکلوتی بیٹی کا نام ہے نبیلہ...!"
"اوہ...!" ایک منظر میری یادداشت میں گھوم کر رہ گیا۔ "کیا... کیا تم حیات احمد کی بیوی ہو؟" میں نے اضطراری لہجے میں پوچھا۔
"جی... آپ بالکل ٹھیک پہچانے ہیں۔" اس نے اثبات میں گردن ہلائی پھر انور علی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ "اس شیطان نے میری بیٹی نبیلہ کو ورغلا کر پتا نہیں، کہاں غائب کر دیا ہے۔ آپ اس کے خلاف پرچہ کاٹیں جی، اور... اس کی اتنی پٹائی کریں کہ ہاتھ اور پاؤں جوڑ کر نبیلہ کا پتا بتائے۔ اب یہ آپ کے حوالے ہے۔"

''تھانیدار جی! ان دونوں سانڈوں نے پہلے ہی مجھے بہت مارا ہے۔'' انور علی نے فریادی لہجے میں کہا۔ ''میں چوہدری مشتاق کے ڈر سے مار کھاتا رہا ورنہ... اگر یہ چوہدری کے بندے نہ ہوتے تو...'' وہ جملہ نامکمل چھوڑ کر لمحے بھر کے لیے متوقف ہوا پھر اضافہ کرتے ہوئے گہری سنجیدگی سے بولا۔

''آپ مجھ سے جس کی بھی قسم لے لیں جناب... میں سچ کہتا ہوں، میں نے نبیلہ کو اغوا نہیں کیا... اور نہ ہی اسے کہیں چھپا کر رکھا ہے۔''

''یہ جھوٹ بول رہا ہے جی...'' عائشہ چیخ کر بولی۔ ''ایسی گھٹیا حرکت اس کمینے کے سوا اور کوئی کر ہی نہیں سکتا۔''

یہ ساری کہانی اب مکمل کر میرے سامنے آگئی تھی۔ میں نے کل صبح ہی نبیلہ کو دیکھا تھا اور اے ایس آئی وحید راٹھور کی زبانی عائشہ کے حسن و جمال کی جو داستان سنی تھی وہ لفظ بہ لفظ درست ثابت ہو رہی تھی۔ اس کہانی کی ابتدا ہی میں انور علی، نبیلہ، عائشہ، حیات احمد اور چوہدری مشتاق کے حوالے سے میں کافی تفصیل کے ساتھ بتا چکا ہوں۔ مجھے یقین ہے، آپ بھی اس سچویشن کو اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے۔

نبیلہ اور انور علی ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے اور آگے چل کر شادی کی خواہش رکھتے تھے مگر عائشہ اپنی بیٹی نبیلہ کی شادی چوہدری مشتاق سے کرنے کی خواہاں تھی۔ نبیلہ، چوہدری کو سخت ناپسند کرتی تھی... بلکہ اس سے شدید نفرت کرتی تھی اور اس بے جوڑ، غیر منطقی شادی کو رکوانے کے لیے ہی وہ چھپ چھپا کر مجھ سے ملنے، اپنی سہیلی جمیلہ کے ہمراہ میرے کوارٹر پر آئی تھی۔ سچی بات تو یہ ہے کہ انور علی مجھے ایسا شخص محسوس نہیں ہوتا تھا جو نبیلہ کے اغوا میں ملوث رہا ہو۔ دوسری جانب چوہدری کے دو مسٹنڈوں کا، انور علی کو زدوکوب کرتے ہوئے تھانے تک لانا یہ ظاہر کرتا تھا کہ چوہدری، انور کو کسی لمبے چکر میں، طویل عرصے کے لیے فٹ کرانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ موجودہ حالات کے تناظر میں ایسا ممکن بھی دکھائی دیتا تھا۔ مجھے سب سے پہلے یہ معلوم کرنا تھا کہ نبیلہ کب اور کتنے بجے سے لاپتا ہے۔ اس کے بعد یہ تحقیق قدرے سہل ہو جاتی کہ اس کے اغوا میں کس کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔ میں نے تو گزشتہ روز صبح سلامت اسے اپنے کوارٹر سے رخصت کیا تھا۔

میں نے عائشہ کی جانب متوجہ ہوتے ہوئے پوچھا۔ ''بی بی! تم انور کو کمینہ، کم ذات اور پتا نہیں، کیا کیا کہہ رہی ہو اور تمہارا یہ بھی دعویٰ ہے کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ ذرا یہ تو بتاؤ، تم کس بنا پر اسے موردِ الزام ٹھہرا رہی ہو؟''

''یہ... یہ منحوس ہاتھ دھو کر میری بیٹی کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔'' وہ انور کی طرف، نفرت انگیز نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''اسے ورغلاتا رہتا تھا۔ پیار محبت کی پٹیاں پڑھا کر اس کا دماغ خراب کر رکھا تھا اس نے۔ نبیلہ کی گمشدگی میں کسی اور کا ہاتھ ہو ہی نہیں سکتا تھانیدار جی۔ میں تو کہتی ہوں، آپ اسے فوراً پھانسی پر لٹکا دیں۔''

عائشہ کا منہ کھلتے ہی مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ ایک لڑاکا اور زبان دراز عورت تھی۔ اپنی آواز کی بلندی اور الفاظ کی چڑھائی کے بل پر وہ مدِمقابل کو چت کرنے کے چکر میں رہتی تھی۔ ایسی تیز طرّار اور جھگڑالو عورتوں سے نمٹنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا۔ مجھے حیات احمد کی بے بسی اور بے کسی کا ایک سو ایک فیصد یقین ہو گیا۔ جمیلہ کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق، عائشہ نے حیات کو الو کا گوشت کھلا رکھا تھا جبھی وہ الو بنا گھر کے ایک کونے میں پڑا رہتا تھا لیکن عائشہ کے ''جلال اور کمال'' کو دیکھتے ہوئے میں بڑے وثوق سے کہہ سکتا تھا کہ ایسی عورتوں کو الو کے گوشت یا افریقی گوریلے کی چربی کی قطعاً کوئی حاجت نہیں ہوتی۔ وہ اپنی زبان کی دھار ہی سے کام نکال لیتی ہیں۔ اس مزاج کی عورتوں کے شوہر یا تو انہیں چھوڑ دیتے ہیں اور یا پھر خود کو تپ دق میں مبتلا کر کے ساری عمر خون تھوکتے رہتے ہیں۔

میں نے عائشہ کے ''مطالبے'' کے جواب میں، ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''بی بی! اگر میں انور کو پکڑ کر فوراً پھانسی پر لٹکا دوں گا تو پھر تمہاری بیٹی کا سراغ کیسے ملے گا۔ یہ تو پھانسی پر لٹکنے کے بعد کچھ بھی سننے یا بتانے کے قابل نہیں رہے گا اس لیے تم جلد بازی سے کام نہ لو اور... اپنے جذبات کو کنٹرول میں رکھو۔''

اسے فوراً ہی اپنی حماقت کا احساس ہو گیا، ندامت آمیز نظر سے میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ ''وہ جی... میرا مطلب یہ تھا کہ یہ مردود کہیں اِدھر اُدھر نہ ہو جائے۔''

''تم نے چوہدری مشتاق کے بندوں کے زور پر اسے تھانے پہنچوا دیا ہے۔ اس وقت یہ میرے قبضے میں ہے۔ تم اس کے اِدھر اُدھر ہونے کی ذرا فکر نہ کرو۔'' میں نے لمحاتی توقف کیا پھر دارا مرکی والا اور خوشیا کی طرف دیکھتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''تم دونوں باہر جا کر برآمدے میں بیٹھو۔ اگر کسی مرحلے پر تمہاری ضرورت محسوس ہوئی تو میں تمہیں اندر بلا لوں گا۔''

انہوں نے متذبذب نظروں سے ایک دوسرے کو

دیکھا۔ ان کے تیوروں سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ باہر جانے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ اس سے پہلے کہ وہ مجھ سے کچھ کہنے کی کوشش کرتے، میں نے قدرے درشت لہجے میں کہا۔

''تم لوگوں نے سنا نہیں، میں کیا کہہ رہا ہوں۔ گمشدہ لڑکی کی ماں سے میں بات کررہا ہوں نا اور... تمہارا پیش کردہ ملزم بھی میرے قبضے میں ہے...؟'' پھر میں نے کانسٹیبل گل فراز کی جانب دیکھتے ہوئے تحکمانہ انداز میں کہا۔

''ان دونوں کو بتاؤ کہ تھانے کا برآمدہ کس طرف ہے اور اس برآمدے میں لکڑی کی بینچ کدھر کھی ہے...!''

گل فراز میرا اشارہ پاکر ان کی جانب بڑھا تو وہ ناگوار نظروں سے کانسٹیبل کو گھورتے ہوئے خود ہی برآمدے کی سمت قدم بڑھانے لگے۔ کانسٹیبل نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا۔ میں نے ایک فوری خیال کے تحت اس سے کہا۔

''گل فراز! تم انور کو حوالدار کے پاس لے جاؤ اور خود بھی وہیں بیٹھو۔ اس سے میں بعد میں بات کروں گا۔''

''او کے سر...!'' گل فراز نے فرمانبرداری سے کہا اور انور کو ہاتھ سے پکڑ کر میرے کمرے سے نکل گیا۔

میں اپنے سامنے بیٹھی تیز طرار عائشہ کی طرف متوجہ ہوگیا اور کہا۔ ''بی بی! تم کوئی فکر نہ کرو۔ اگر یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ تمہاری بیٹی کے اغوا میں انور کا ہاتھ ہے تو میں اس کے ساتھ وہ سلوک کروں گا جسے دیکھ کر کسی کو پھر ایسے سنگین جرم کی جرأت نہیں ہوگی لیکن...''

''لیکن کیا جی...؟'' میں نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑا تو وہ تڑپ کر بولی۔

میں نے کہا۔ ''لیکن یہ کہ... اگر تم چاہتی ہو کہ تمہاری بیٹی کو فوراً بازیاب کروں تو تمہیں مجھ سے بھرپور تعاون کرنا ہوگا۔''

میں عائشہ کی زبان کھلوانے اور اسے اپنے اعتماد میں لینے کے لیے غیر محسوس انداز میں گھس رہا تھا۔ وہ گہری سنجیدگی سے بولی۔ ''جی... میں تو ہر قسم کے تعاون کے لیے تیار ہوں۔ آپ حکم تو کریں۔''

اس نے ''آپ حکم تو کریں'' کچھ ایسے انداز میں ادا کیا تھا کہ اگر میں مضبوط سوچ کا مالک نہ ہوتا تو کسی زبردست غلط یا خوش فہمی کا شکار ہوسکتا تھا۔ ان لمحات میں عائشہ کی آنکھیں اور چہرے کے تاثرات کوئی اور ہی زبان بول رہے تھے۔ وہ اپنی بیٹی کی گمشدگی کے لیے ذرا بھی پریشان نظر نہیں آتی تھی۔ میں نے نہایت ہی سنجیدہ لہجے میں اس سے کہا۔

''حکم صرف اتنا ہے کہ میں تم سے جو بھی سوال کروں اس کا بالکل ٹھیک ٹھیک جواب دینا...!''

''جی... پوچھیں آپ۔'' وہ منتظر نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔

میں نے پوچھا۔ ''کیا یہ سچ ہے کہ انور اور نبیلہ ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں اور آپس میں شادی کی خواہش رکھتے ہیں؟''

''تھانیدار جی! یہ جو انور ہے نا... یہ بڑا ہی مکار اور عیار بندہ ہے۔ میں جانتی ہوں، نبیلہ کا اس میں کوئی قصور نہیں یہی شیطان میری بچی کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ خود کو اس کا عاشق کہتا ہے۔ بھلا آپ بتائیں... یہ پیار محبت کی باتیں تو اچھی اچھی لڑکیوں کا دماغ خراب کردیتی ہیں۔ میری نبیلہ تو بڑی سیدھی سادی ہے۔ وہ اس چالاک کی لچھے دار باتوں میں آگئی ہے۔ لگتا ہے، جیسے اس بدبخت نے نبیلہ پر کوئی جادو کردیا ہو۔ وہ تو اب میرے سامنے بھی زبان چلانے لگی ہے... میرا مطلب ہے، زبان چلانے لگی تھی۔'' بولتے بولتے اس کی آواز بھرا گئی۔ ''پتا نہیں... میری بچی کس حال میں ہوگی۔ اس مردود نے اس کے ساتھ کیا کیا ہے، کہاں لے جاکر چھپادیا ہے میری نبیلہ کو...!''

عائشہ نے میرے سوال کے جواب میں جو جذباتی تقریر کی اس میں کام کی بات کوئی بھی نہیں تھی۔ میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یعنی تمہارا مطلب ہے، انور کے ورغلانے میں آکر ہی سہی، نبیلہ بھی اس سے شادی کی خواہاں تھی لیکن تمہیں اس رشتے پر سخت اعتراض تھا؟''

میں غیر محسوس انداز میں دھیرے دھیرے عائشہ کو اپنے مقصد کی طرف لارہا تھا۔ وہ اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے بولی۔

''جی... انور مجھے ایک آنکھ پسند نہیں۔ میں کبھی بھی نبیلہ کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں نہیں دے سکتی۔ میری بیٹی تو شہزادی ہے۔ اس لنگور کا اس سے کیا مقابلہ...؟''

انور علی واجبی سی شکل صورت کا مالک تھا لیکن اسے لنگور کہنا سراسر زیادتی والی بات تھی، البتہ نبیلہ کے لیے ''شہزادی'' کا لفظ نہایت ہی موزوں اور مناسب تھا۔ ایک اچھی بات یہ تھی کہ میں عائشہ کو جس ٹریک پر لانا چاہتا تھا وہ خاموشی سے ادھر ہی آرہی تھی۔

ہوسکتا ہے، آپ کے ذہن میں یہ خیال آرہا ہو کہ ایک لڑکی اغوا ہوگئی اور میں کوئی عملی اقدام کرنے کے بجائے اطمینان سے بیٹھا باتوں میں مصروف ہوں لیکن یہ بتاتا چلوں کہ میں اطمینان سے نہیں بیٹھا ہوا تھا۔ آنکھیں بند کرکے کسی

بھی سمت الل ٹپ دوڑ پڑنا بھی دانش مندی نہیں ہوتی۔ ایسی کارروائی کے نتیجے میں عموماً ناکامیابی اور شرمندگی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے، اسی لیے میں نہایت ہوشیاری کے ساتھ وہ اشارے اور نکتے جمع کررہا تھا جن کی مدد سے میں چند خطوط واضح کرسکتا اور ان خطوط پر چلتے ہوئے نبیلہ کو بازیاب کروالیتا... پھر مجھے یہ بھی تسلی تھی کہ اس کیس کا ملزم انور علی میری کسٹڈی میں ہے۔

عائشہ کے بعد میں اس کو اپنے پاس بلاتا اور ایک کڑا انٹرویو کرتا مجھے یقین تھا، عائشہ اور انور سے حاصل ہونے والی معلومات کے نتیجے میں، میں نبیلہ کا سراغ لگانے کی پوزیشن میں آجاتا۔

میں نے عائشہ کے طنزیہ الفاظ کے جواب میں مصلحت بردار لہجے میں کہا۔ ''میں نے تمہاری بیٹی کو تو نہیں دیکھا لیکن انور کے بارے میں تمہاری رائے سے مجھے مکمل اتفاق ہے۔ وہ بس ایویں سا ہی ہے۔''

مجھے اپنا ہم خیال پا کر اس کی آنکھوں میں خوشی چمکنے لگی، جلدی سے بولی۔ ''آپ بڑے سمجھدار تھانیدار ہیں... مجھے یقین ہے، آپ میری بچی کو بہت جلد ڈھونڈ نکالیں گے۔''

''انشاء اللہ!'' میں نے مستحکم لہجے میں کہا۔ ''تم جتنے خلوص سے تعاون کررہی ہو اس کے بعد میں بھی بڑا پُرامید ہوں۔'' میں نے تھوڑا توقف کیا پھر اضافہ کرتے ہوئے پوچھا۔

''یہ تو تم نے عقل مندی کا فیصلہ کیا ہے کہ نبیلہ کو انور سے نہیں بیاہنا لیکن تمہارے ذہن میں، اپنی بیٹی کے حوالے سے کوئی نام... کوئی رشتہ تو ہوگا؟''

''وہ... وہ جی...'' وہ گڑبڑا گئی ''میں نے ابھی اس بارے میں سنجیدگی سے نہیں سوچا۔''

میں نے اس کی خوبصورت آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ ''ابھی سوچا نہیں... یا مجھے بتانا نہیں چاہتی ہو؟''

''جی... ایسی تو کوئی بات نہیں!'' اس کی گڑبڑاہٹ میں کئی گنا اضافہ ہوگیا۔

میں نے بدستور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں محسوس کررہا ہوں، تمہارے دل اور دماغ میں چوہدری مشتاق کے لیے بڑی گنجائش ہے؟''

وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی پھر بات بناتے ہوئے بولی۔ ''تھانیدار جی! ہمارے چوہدری صاحب ہیں ہی اتنے اچھے کہ گاؤں کے سب لوگوں کے دل میں ان کی بڑی عزت ہے۔''

''میں سب گاؤں والوں کی بات نہیں کررہا ہوں عائشہ!'' میں نے سنسنی خیز لہجے میں کہا ''میرا اشارہ تمہارے دل اور دماغ کی طرف ہے؟''

میں نے اسے یہ بتانا ضروری نہیں سمجھا کہ گاؤں والے چوہدری کی عزت کس وجہ سے کرتے ہیں۔ کسی طاقتور شخص کے خوف اور ڈر کے سبب اس کا احترام کیا جائے تو وہ اچھا نہیں ہوجاتا۔ بہرحال، عائشہ نے میرے معنی خیز سوال کے جواب میں بتایا۔

''جی، آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ میں واقعی چوہدری مشتاق کی عزت کرتی ہوں۔''

''اور تمہاری بیٹی نبیلہ چوہدری سے شدید نفرت کرتی ہے؟''

''ج... جی ہاں... جی نہیں...'' وہ لڑکھڑاہٹ آمیز لہجے میں بولی۔ ''ایسی تو کوئی بات نہیں...!''

بات ختم کرکے وہ الجھن زدہ نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''اگر ایسی بات نہیں تو پھر اس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ چوہدری کو تمہاری طرح بہت پسند کرتی ہے... ہوں؟''

''ج... جی ہاں...!'' اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا جواب دے۔

میں نے چڑھائی جاری رکھتے ہوئے پوچھا ''اگر نبیلہ کو چوہدری مشتاق برا نہیں لگتا، وہ اس سے نفرت نہیں کرتی تو پھر وہ اس سے شادی کرنے سے کیوں انکاری ہے؟''

''جی...!'' اس نے وحشت زدہ نظروں سے مجھے دیکھا۔ ''کیا آپ کو سب پتا ہے؟''

''میں اس علاقے کا تھانیدار ہوں۔'' میں نے نبیلہ اور جمیلہ سے ہونے والی ملاقات کا ذکر گول کرتے ہوئے کہا۔ ''اور تھوڑی دیر پہلے تمہی نے کہا تھا کہ میں ایک سمجھدار تھانیدار ہوں۔ ایک سمجھ بوجھ والا تھانیدار اپنے علاقے کے تمام لوگوں کے حالات و واقعات سے اچھی طرح واقف ہوتا ہے لہٰذا تمہیں اس حوالے سے ذہن کو الجھانے کی ضرورت نہیں کہ میں تمہارے گھریلو معاملات سے کیسے آگاہ ہوگیا ہوں۔ میری پکی معلومات کے مطابق، تم نبیلہ کو چوہدری سے بیاہ کر اس کی ساس بننے کا خواب دیکھ رہی ہو مگر نبیلہ چوہدری مشتاق سے ازحد نفرت کرتی ہے۔ اس کا دل انور علی میں اٹکا ہوا ہے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟'' میں نے سانس درست کرنے کے لیے لمحاتی توقف کیا پھر اضافہ کرتے ہوئے کہا۔

''میرے سوال کا جواب دینے سے پہلے اتنا ضرور سوچ لینا کہ کسی بھی قسم کی غلط بیانی یا حقائق کی پردہ پوشی تمہیں

کسی بڑی مصیبت میں گرفتار کر سکتی ہے!''

میرے دھمکی بھرے انداز نے اسے راہِ راست پر رکھتے ہوئے، دروغ گوئی کی طرف نہیں جانے دیا۔ وہ گہری سنجیدگی سے بولی۔ ''تھانیدار جی... آپ بالکل صحیح کہہ رہے ہیں۔ واقعی، یہ میری خواہش ہے کہ نبیلہ کی شادی چوہدری صاحب سے ہو جائے لیکن...'' وہ تھوڑا متوقف ہوئی، افسوس ناک انداز میں گردن جھٹکی اور بوجھل آواز میں بولی۔

''لیکن اب تو نبیلہ ہی کہیں غائب ہو گئی ہے... اس اُلو کے پٹھے انور نے پہلے اس کے دماغ میں چوہدری صاحب کے خلاف نفرت بھری پھر اسے کہیں غائب کر دیا!''

''نبیلہ اگر غائب ہوئی ہے تو بہت جلد مل بھی جائے گی۔'' میں نے تسلی بھرے لہجے میں کہا۔ ''اس کی تلاش کے لیے میں تم سے زیادہ تشویش میں مبتلا ہوں۔ تم فکر نہ کرو، میں اسے بہت جلد ڈھونڈ نکالوں گا۔ فی الحال... ہم چوہدری مشتاق کی طرف آتے ہیں۔'' میں نے تھوڑا توقف کیا پھر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

''عائشہ بی بی! ٹھیک ہے، تمہاری یہ خواہش تھی کہ نبیلہ کی شادی چوہدری مشتاق سے ہو جائے۔ کیا چوہدری بھی اس رشتے کے لیے تیار تھا؟''

''جی... چوہدری صاحب بھی راضی تھے۔'' وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔

میں نے پوچھا۔ ''چوہدری مشتاق کی عمر کا کچھ اندازہ ہے تمہیں؟ میں نے سنا ہے، اس کی اولادوں کی اولادیں بھی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکی ہیں...؟''

''جی...'' وہ جزبز ہوتے ہوئے بولی۔ ''چوہدری صاحب پکی عمر کے ہیں۔''

''پکی عمر...؟'' میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''چوہدری مشتاق کچھ زیادہ ہی پکی عمر کا نہیں عائشہ... مجھے پتا چلا ہے، وہ نبیلہ کے باپ سے بھی دس بارہ سال بڑا ہے۔ تمہاری مت تو نہیں ماری گئی عائشہ بی بی؟''

''وہ جی... عمر کم یا زیادہ ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے۔'' وہ عجیب سے لہجے میں بولی۔ ''چوہدری صاحب اس عمر میں بھی بڑے زندہ دل اور صحت مند ہیں۔''

''ٹھیک کہتی ہو بی بی...!'' نہ چاہتے ہوئے بھی میری زبان سے ایک سلگتا ہوا جملہ نکل ہی گیا ''یہ بات تم سے زیادہ اور کون جانتا ہوگا؟''

وہ جھینپ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔

اے ایس آئی وحید راٹھور نے مجھے مبہم انداز میں عائشہ اور چوہدری کے پرائیویٹ تعلقات کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا، عائشہ کا حالیہ رویّہ اس کی تصدیق کر رہا تھا۔ میں نے سوالات کا زاویہ تبدیل کرتے ہوئے کہا۔

''عائشہ بی بی! نبیلہ تمہاری بیٹی ہے۔ تم انور علی کو لنگور کہہ کر مسترد کر چکی ہو اور چوہدری مشتاق تمہاری نظر میں کبرو ہے۔ تم نبیلہ کی شادی جہاں بھی کرو، یہ میرا مسئلہ نہیں۔ میں کسی کے گھریلو معاملات میں مداخلت نہیں کرتا۔'' میں لمحے بھر کے لیے تھما پھر اضافہ کرتے ہوئے پوچھا۔

''یہ بتاؤ، نبیلہ کب سے غائب ہے؟''

وہ ایک گہری سانس خارج کرتے ہوئے بولی۔ ''کل دوپہر سے جی۔''

''کل دوپہر سے'' میں نے الجھن زدہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا ''وہ کل سے غائب ہے اور تم آج اس کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرانے آئی ہو؟''

''میں رپورٹ درج کرانے نہیں آئی جی۔'' وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی۔ ''بلکہ میں نے ملزم انور کو پکڑ کر آپ کے حوالے کیا ہے۔ آپ کا آدھا کام تو ہو گیا۔ اب انور کی زبان سے نبیلہ کا پتا اگلوانا آپ کی ذمے داری ہے۔''

میں نے قدرے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''تم مجھے یہ بتانے کی کوشش نہ کرو کہ میری کیا ذمے داری ہے۔ میں اپنے فرائض سے اچھی طرح واقف ہوں۔ میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کل دوپہر سے اب تک تم کیا کرتی رہی ہو؟''

میرے بدلے ہوئے انداز نے اسے بہت کچھ سمجھا دیا تھا۔ قدرے نرم لہجے میں بولی۔ ''تھانیدار جی... آپ تو خوا مخواہ خفا ہو رہے ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے جی۔'' وہ ایک مرتبہ پھر متوقف ہوئی، ایک بوجھل سانس خارج کی اور اپنی بات مکمل کرتے ہوئے بولی۔

''میں تو یہی سمجھ رہی تھی کہ وہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ ہوگی اس لیے فکر مند نہیں تھی لیکن جب شام ہو گئی اور وہ گھر واپس نہیں آئی تو مجھے اس کی طرف سے تشویش ہوئی میں نے اس کی سہیلیوں سے پوچھ گچھ شروع کی۔ صبح وہ جمیلہ کے ساتھ تھی۔ دوپہر کو گھر آئی تھی اور کھانا وغیرہ کھانے کے بعد پھر گھر سے نکل گئی تھی۔ میری پوچھ پڑتال کے نتیجے میں یہ بات سامنے آئی کہ نبیلہ کو آخری مرتبہ کل دوپہر کے بعد تقریباً دو بجے کھیتوں میں انور کے ساتھ چھپ چھپ کر باتیں کرتے دیکھا گیا تھا۔ اس کے بعد وہ کسی کو نظر نہیں آئی۔ میں نے اس کے لیے...''

''ایک منٹ!'' میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے

کہا۔ ''کل دوپہر دو بجے، نبیلہ اور انور کو کھیتوں میں چھپ کر باتیں کرتے ہوئے کس نے دیکھا تھا؟''

''چھیمو نے...'' عائشہ نے جواب دیا۔ ''نیاز تیلی کی بیٹی چھیمو کھیتوں کے پاس سے گزر رہی تھی کہ ایک جگہ، کھیت کی کھڑی فصل میں اسے حرکت دکھائی دی۔ وہ چونکی اور اپنی توجہ اس ''حرکت'' کی طرف لگادی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد اسے وہاں نبیلہ اور انور کی جھلک دکھائی دی۔ وہ رازونیاز کی باتیں کررہے تھے۔ چھیمو نے انہیں مخاطب کرنا یا ان کے رنگ میں بھنگ ڈالنا مناسب نہ سمجھا اور خاموشی سے آگے بڑھ گئی۔ چھیمو نے یہ خاص بات کل رات ہی کو مجھے بتائی اور میں پریشان ہوگئی۔ میں سیدھی انور کے گھر پہنچی لیکن وہ کم بخت گھر میں نہیں ملا۔ اس کے باپ نے بتایا کہ وہ ساتھ والے پنڈ گیا ہے اور صبح واپس آئے گا۔ بشیر ترکھان نے بہت کرید کرید کر مجھ سے پوچھا کہ میں اس کے بیٹے انور کو کیوں ڈھونڈ رہی ہوں مگر میں نے اسے نبیلہ کی گمشدگی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا اور واپس آگئی۔''

وہ سانس درست کرنے کے لیے رکی تو میں نے پوچھا ''واپس کہاں آگئی؟''

''میں آپ کو بتارہی تھی کہ بشیر ترکھان کے گھر سے واپس آگئی۔'' وہ وضاحت کرتے ہوئے بولی۔ ''وہاں سے میں اپنے گھر نہیں آئی بلکہ سیدھی چوہدری صاحب کے پاس ان کی حویلی چلی گئی۔ انہیں اس صورتِ حال سے آگاہ کرنا ضروری تھا کیونکہ بہت جلد نبیلہ کی ان سے شادی ہونے والی تھی۔''

''پھر چوہدری مشتاق نے تم سے کیا کہا؟'' میں نے پوچھا۔

''انہوں نے پوری توجہ سے میری بات سنی اور کہنے لگے...'' عائشہ نے بتایا۔ ''اس وقت انور تو گاؤں میں موجود نہیں اور اس کے باپ سے کوئی بات کرنے کا فائدہ نہیں لہٰذا بہتر یہی ہے کہ انور کی واپسی کا انتظار کیا جائے۔ وہ کل جب یہاں پہنچے گا تو میں اسے حویلی میں بلاکر خود اس کی خبر لوں گا۔ تم پریشان نہ ہو عائشہ... میں تمہاری بیٹی کو جلدی تلاش کروالوں گا۔'' وہ سانس ہموار کرنے کے لیے تھوڑا متوقف ہوئی پھر اپنی بات مکمل کرتے ہوئے بولی۔

''تھانیدار جی! میں چوہدری صاحب کے حکم پر خاموشی سے گھر آگئی اور پوری رات نبیلہ کے بارے میں سوچتے ہوئے گزار دی۔''

''مجھے پتا چلا ہے کہ تمہارا بیٹا یعقوب سودائی سا ہے۔'' میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''اس بے چارے کا گھر کے کسی معاملے میں کوئی عمل دخل نہیں لیکن حیات احمد نے اس موقع پر کیا ردِعمل ظاہر کیا تھا، میرا مطلب ہے کہ بیٹی کی گمشدگی نے اس پر کیا اثرات مرتب کیے تھے؟''

اس نے برا سا منہ بنایا اور کڑوے لہجے میں بولی۔ ''حیات کا کچھ نہ پوچھیں تھانیدار جی۔ وہ نہ تین میں ہے اور نہ ہی تیرہ میں۔ اگر وہ سمجھدار اور معقول بندہ ہوتا تو مجھے یہ دن ہی نہ دیکھنے پڑتے۔ اسے سارا دن گھر میں پڑ کر چارپائی توڑنے کے سوا کچھ نہیں آتا۔ وہ حیات نہیں... بلکہ میرے لیے ایک عورت ہے...!''

میں نے الو کے گوشت کے حوالے سے کوئی بات نہیں کی کہ کہیں بحث کا ایک نیا در نہ کھل جائے۔ میں نے اس کے چہرے پر نمودار ہونے والے تاثرات کا بہ غور جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

''آج صبح کیا واقعات پیش آئے ہیں۔ انور علی تم لوگوں کو کہاں سے ملا ہے؟''

''چوہدری صاحب نے رات مجھے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا لیکن اب پتا چلا ہے کہ انہوں نے دارا اور خوشیا کی رات ہی کو ڈیوٹی لگادی تھی کہ انور جیسے ہی گاؤں میں داخل ہو، اسے پکڑ کر تھانے لے جائیں۔ بس جی، پہلے انہوں نے اس لفنگے کو قابو کیا پھر ایک بندہ میری طرف دوڑا کر مجھے بھی بلالیا اور ہم سب مل کر تھانے آگئے۔ یہ ہے ساری کہانی جی!''

''رات کو چوہدری نے تم سے کہا کہ وہ انور کو اپنی حویلی میں بلاکر اس سے پوچھ گچھ کرے گا لیکن بعد میں اپنے بندوں کو حکم دیا کہ وہ انور کو پکڑ کر سیدھے تھانے لے جائیں۔ چوہدری کی یہ ادا میری سمجھ میں نہیں آئی؟''

''پتا نہیں جی... انہوں نے ایسا کیوں کیا!'' وہ متذبذب لہجے میں بولی۔ ''یہ بات تو آپ انہی سے پوچھیں جی۔''

''چوہدری سے ملاقات ہوگی تو میں یہ سوال اس سے ضرور کروں گا۔'' میں نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ''فی الحال، تم مجھے یہ بتاؤ کہ کیا بشیر ترکھان کو اس بات کا پتا ہے کہ اس کے بیٹے کو تھانے پہنچادیا گیا ہے؟''

''نہیں جی...'' اس نے بڑی شدت سے نفی میں سر ہلایا۔ ''میرا خیال ہے، گاؤں میں ابھی کسی کو بھی اس واقعے کی خبر نہیں۔ یہ ساری کارروائی چوہدری صاحب کے بندوں نے چھپ چھپاتے کی ہے۔''

''ہوں...'' میں نے گمبھیر انداز میں کہا۔ ''اب اس سلسلے میں جو کچھ بھی میں کروں گا وہ سب چھپ چھپاتے ہی

ہوگا!‘‘
’’جی ... کیا مطلب؟‘‘ اس نے تیزی سے پلکیں جھپکائیں۔
میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔’’عائشہ! میں نے تمہاری شکایات توجہ سے سن لیں۔ تمہیں اپنی بیٹی کی گمشدگی کے سلسلے میں جس بندے پر پکا شک ہے وہ اس وقت میری تحویل میں ہے۔ تم آرام سے گھر جاؤ۔ میں انور علی کی زبان کھلوانے کے لیے نیا عمل شروع کرتا ہوں۔ انشاء اللہ! بہت جلد نبیلہ کو بازیاب کرلیا جائے گا اور...‘‘ میں نے لحاتی توقف کیا پھر ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔
’’... اور چوہدری کے ان دو ڈشکروں کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ جو باہر برآمدے میں بیٹھے ہیں۔ ان کی تھانے میں کوئی ضرورت ہے اور نہ ہی کام۔ میں اپنے معاملات میں کسی کی مداخلت پسند نہیں کرتا، چاہے وہ کوئی چوہدری ہو یا چوہدری کا گماشتہ!‘‘
میری بات عائشہ بی بی کی سمجھ میں آگئی۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا اور میرا شکریہ ادا کرنے کے بعد خاموشی سے رخصت ہوگئی۔
اس کے جانے کے بعد میں نے انور علی کو اپنے پاس بلالیا۔ وہ مسکین سی صورت کے ساتھ میرے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ وہ بے حد سہما ہوا اور ڈرا ڈرا سا دکھائی دیتا تھا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے قدرے سخت لہجے میں کہا۔
’’کیا تمہیں پتا ہے، چوہدری کے بندوں نے تمہیں کس چکر میں پکڑ کر تھانے پہنچایا ہے؟‘‘
اس نے اثبات میں گردن ہلائی اور بتایا’’یہ لوگ مجھ پر الزام لگا رہے ہیں کہ میں نے نبیلہ کو اغوا کر کے کہیں چھپا دیا ہے۔‘‘
’’تو کیا واقعی تم نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے؟‘‘ میں نے سنسناتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔
’’آپ مجھ سے بڑی سے بڑی قسم لے لیں جناب!‘‘ وہ منت ریز لہجے میں بولا۔’’میں نے یہ جرم نہیں کیا۔ مجھے تو لگتا ہے، چوہدری نے خود ہی نبیلہ کو کہیں غائب کرایا ہے اور مجھے پھنسانے کی کوشش کر رہا ہے۔‘‘
’’ٹھیک ہے، میں تھوڑی دیر کے لیے تمہاری بات کا یقین کرلیتا ہوں۔‘‘ میں نے معتدل انداز میں کہا۔’’اب تمہیں یہ بتانا پڑے گا کہ چوہدری تم سے کیوں دشمنی کر رہا ہے۔ کیا تم نے اس کی بھینس چوری کرلی ہے؟‘‘
’’وہ جناب... بات دراصل یہ ہے کہ...!‘‘ وہ بولتے بولتے متذبذب انداز میں خاموش ہوگیا۔
میں نے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔’’انور! تمہیں جو بھی کہنا ہے، کھل کر کہو۔ تھانے میں صرف مجرموں کو کڑی آزمائشوں سے گزارا جاتا ہے۔ بے گناہ لوگوں کے ساتھ میں بڑی عزت سے پیش آتا ہوں۔‘‘
اس کے چہرے پر اطمینان کا رنگ جھلکنے لگا، تھوک نگلتے ہوئے بولا۔’’تھانیدار صاحب! ہمارے گاؤں کا چوہدری بڑا ہی عیاش اور ظالم شخص ہے۔ اس نے نبیلہ پر بھی بری نظر رکھی ہوئی ہے۔ عائشہ پوری طرح اس کی مٹھی میں ہے۔ اس نے عائشہ کو یہ راگ دیا ہے کہ وہ نبیلہ سے شادی کرے گا لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ ایک نمبر کا جھوٹا ہے اور عائشہ کو بے وقوف بنا رہا ہے۔ وہ نبیلہ کو عیاشی کا کھلونا سمجھ کر چند روز اس سے کھیل تو سکتا ہے لیکن اس سے شادی کبھی نہیں کرے گا۔‘‘
’’یہ سب تو ٹھیک ہے‘‘ میں نے کہا’’لیکن ابھی تک تم نے اس بات کی وضاحت نہیں کی کہ چوہدری تم سے کیوں دشمنی کر رہا ہے؟‘‘
’’وہ جی دراصل ... وہ مجھے اپنا رقیب سمجھتا ہے۔‘‘ وہ نفرت آمیز لہجے میں بولا۔’’یا یوں سمجھ لیں کہ مجھے اپنی راہ کا کانٹا سمجھتا ہے کیونکہ نبیلہ اس سے شدید نفرت کرتی ہے۔ وہ مجھے چاہتی ہے اور میں اسے چاہتا ہوں۔ چوہدری نے نبیلہ کو غائب کرا کے مجھے پولیس کے چکر میں پھنسا دیا ہے جب کہ میرا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔ مجھے تو یہاں آکر پتا چلا ہے کہ نبیلہ کل دوپہر سے غائب ہے۔ اس کے لیے جتنا پریشان میں ہوں اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا جناب...!‘‘
اس کی پریشانی میں کوئی کھوٹ نظر نہیں آتا تھا۔ ان لحات میں وہ واقعی بے حد الجھا ہوا اور فکر مند دکھائی دیتا تھا۔ میں چند لحات تک یک ٹک اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر نہایت ہی ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔
’’اس کا مطلب ہے، تم نبیلہ سے سچی محبت کرتے ہو؟‘‘
وہ اٹل انداز میں بولا۔’’جی ہاں... بالکل!‘‘
’’پھر تو تمہیں یہ بھی پتا ہوگا کہ محبت کرنے والے جھوٹ نہیں بولتے؟‘‘
’’جی پتا ہے‘‘ اس نے اثبات میں گردن ہلائی’’اور میں نے آپ سے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔‘‘
’’یعنی نبیلہ کے اغوا... یا گمشدگی میں تمہارا کوئی ہاتھ نہیں؟‘‘
’’نہیں... بالکل نہیں‘‘ وہ قطعی لہجے میں بولا۔
میں نے کہا’’کل شام میں نبیلہ کی ماں عائشہ تمہارے

گھر گئی تھی۔ اس نے تمہارے باپ سے تمہارے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ تم ساتھ والے گاؤں گئے ہوئے ہو اور آج صبح واپس آؤ گے۔ کیا یہ سچ ہے؟''

''جی ہاں، میں کل سہ پہر میں، اپنی خالہ سے ملنے گیا تھا جو ساتھ والے گاؤں میں رہتی ہے۔'' اس نے جواب دیا۔ ''پروگرام کے مطابق، مجھے آج صبح واپس آنا تھا اور میں آیا بھی لیکن گاؤں میں قدم رکھنے سے پہلے ہی چوہدری کے بندوں نے مجھے مارنا شروع کردیا اور یہاں تھانے لے آئے۔ انہی کی زبانی مجھے پتا چلا کہ نبیلہ کل دوپہر سے غائب ہے۔ یہ لوگ مجھ پر شک کررہے ہیں کہ میں نے اسے اغوا کرکے کہیں چھپادیا ہے۔''

''ان کے شک کا سبب یہ ہے کہ آخری بار کل دوپہر کے بعد نبیلہ کو تمہارے ساتھ دیکھا گیا ہے'' میں نے کہا۔ ''تم دونوں کھیتوں میں چھپ کر راز و نیاز کررہے تھے... ہیں نا؟''

وہ جھینپے ہوئے لہجے میں بولا۔ ''جی ہاں، ہم آپس میں اسی طرح چھپ کر ملتے ہیں۔ کل وہ بہت پریشان تھی۔ چوہدری کے حوالے سے، شادی کے لیے اس پر ماں کا دباؤ بڑھتا جارہا تھا۔ ہمارے درمیان بہت سی باتیں ہوئیں۔ اس نے مجھے آپ کے بارے میں بھی بتایا تھا۔''

انور کے آخری جملے نے مجھے چونکا دیا۔ میں نے پوچھا۔ ''میرے بارے میں کیا بتایا تھا اس نے؟''

''جناب! وہ کل صبح جمیلہ کے ساتھ آپ سے ملنے آئی تھی۔'' انور نے کہا۔ ''اس نے اپنے تمام حالات آپ کے سامنے رکھے تھے اور آپ سے مدد کی درخواست کی تھی۔ اس نے مجھے بتایا کہ آپ نے اس کی مدد کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ میں تو یہ سن کر کافی مطمئن ہوگیا تھا۔ میں نے نبیلہ کو تسلی دی اور خالہ کے گھر چلا گیا لیکن جب واپس آیا ہوں تو یہاں کے حالات ہی بدلے ہوئے ہیں۔ آپ نے تو الٹا مجھے ہی تھانے میں بند کردیا ہے جی!''

صورتِ حال پوری طرح واضح ہوچکی تھی۔ مجھے یقین تھا، انور جھوٹ کا سہارا نہیں لے رہا۔ اس کی بپتا سے ثابت ہوتا تھا، نبیلہ کی گمشدگی میں اس کا کوئی ہاتھ نہیں۔ ان سنسنی خیز حالات میں دھیان چوہدری مشتاق کی طرف جاتا تھا۔ اغلب امکان یہی تھا کہ چوہدری ہی نے نبیلہ کو غائب کروایا ہوگا۔ میں نے انور کی الجھن کے جواب میں کہا۔

''انور! تمہیں تھانے پہنچانے میں میرا نہیں بلکہ چوہدری کے بندوں اور عائشہ کا ہاتھ ہے اور... میرا خیال ہے، یہ تمہارے حق میں بہتر ہی ہے۔''

''جی... کیا مطلب؟'' وہ متوحش نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔

میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ ''میرے خیال میں تم اگر تھانے میں ایک دو روز رہو تو تمہارے لیے اچھا ہے۔ یہاں تم زیادہ محفوظ ہو۔ اگر باہر آزادانہ گھومتے رہے تو چوہدری کسی بھی ذریعے سے تمہیں نقصان پہنچا سکتا ہے اور جہاں تک میرے وعدے کا تعلق ہے...'' میں سانس لینے کے لیے متوقف ہوا پھر اضافہ کرتے ہوئے کہا۔

''میں نے نبیلہ سے جو وعدہ کیا ہے اسے ضرور پورا کروں گا۔ میں نے اپنی تحقیق سے یہ پتا چلالیا ہے کہ نبیلہ حق پر ہے، اس کی ماں کا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ وہ اس کی شادی چوہدری سے کرکے بڑا ظلم کرنا چاہتی ہے اور میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔''

''میری عمر بھی اللہ آپ کو دے دے'' وہ دعائیہ انداز میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے بولا۔ ''آپ بہت عظیم ہیں۔ آپ ہمارے لیے کسی فرشتے سے کم نہیں ہیں۔''

میں نے اس کی بات پوری توجہ سے سنی اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''انور علی! اللہ تعالیٰ نے ہر ذی روح کے لیے عمر کا ایک کوٹا مقرر کررکھا ہے اور کسی کی عمر کسی کو نہیں لگا کرتی لہٰذا اس قسم کی دعائیں نہیں کرنا چاہیے اور یہ بھی ذہن میں رکھو کہ میں کوئی فرشتہ نہیں ہوں بلکہ تمہاری ہی طرح گوشت و پوست کا انسان ہوں۔ میں جو کچھ بھی کررہا ہوں یا آگے چل کر جو کروں گا وہ میرے فرائض کا تقاضا ہے، اس میں تم پر کوئی احسان نہیں'' میں نے تھوڑا توقف کیا پھر سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا۔

''تم ایک دو دن ادھر تھانے ہی میں سرکاری مہمان بن کر گزارو۔ یہاں تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوگی۔ تمہارے یہاں رہنے سے چوہدری مطمئن رہے گا کہ میں تم پر سختی کرکے نبیلہ کے بارے میں پوچھ گچھ کررہا ہوں۔ میں اس دوران میں، نہایت ہی خفیہ طور پر نبیلہ کو ڈھونڈنے کی کوشش کروں گا اور میرا خصوصی ٹارگٹ چوہدری مشتاق ہوگا۔ تم میری بات سمجھ رہے ہونا؟''

''بڑی اچھی طرح سمجھ رہا ہوں جناب!'' اس نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے جواب دیا ''اور مجھے یقین ہے بلکہ میری دعا ہے کہ آپ اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہوں گے۔ یہ بھی ٹھیک ہے کہ مجھے آپ کی تحویل میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی لیکن میرے ماں باپ کو جو پریشانی ہوگی اس کا کیا حل ہے؟''

"اس کا بھی حل ہے میرے پاس" میں نے مضبوط لہجے میں کہا "تمہیں اس سلسلے میں ذرا بھی فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں بشیر ترکھان اور نذیراں کو اچھی طرح سمجھادوں گا۔ وہ تمہاری گرفتاری کی خبر سن کر تھانے آئیں گے تو میں ان سے بات کرلوں گا۔"

"میری ماں نذیراں کو بہت کم نظر آتا ہے۔ آپ اسے ایک اندھی عورت ہی سمجھیں جناب" وہ دکھی لہجے میں بولا "وہ کہیں آتی جاتی نہیں، گھر ہی میں رہتی ہے۔ یہاں تو مجھ سے ملنے میرا باپ ہی آئے گا۔"

"میں نے کہا نا، تم اپنے ذہن کو مت الجھاؤ" میں نے دوٹوک انداز میں کہا "میں سب سنبھال لوں گا!"

"ٹھیک ہے جی...!" وہ ایک گہری، اطمینان بخش سانس خارج کرتے ہوئے بولا۔

میں نے ایک کانسٹیبل کو بلا کر انور علی کو دوبارہ حوالدار بہادر علی کے پاس بھجوادیا۔ اسی وقت اے ایس آئی وحید راٹھور میرے کمرے میں داخل ہوا۔ وحید اسی گاؤں کا رہنے والا تھا لہٰذا رات کو اپنے گھر چلا جاتا تھا اور صبح وقت پر ڈیوٹی سنبھال لیتا تھا مگر آج وہ تقریباً دو گھنٹے لیٹ تھا۔

وہ سلام کرکے میرے سامنے بیٹھ چکا تو میں نے کہا "وحید! تھانے کے قریب رہائش ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ انسان کا جب دل چاہے، اٹھ کر چلا آئے...؟"

"نہیں ملک صاحب!" اس نے نفی میں گردن ہلائی اور بولا "ایسی بات نہیں۔ آپ جانتے ہیں، میں نے ہمیشہ وقت کا خیال رکھا ہے... وہ دراصل، رات سے میری گھر والی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ آج رات کو وہ چھوٹے بچے کو نہیں دیکھ سکی لہٰذا مجھے بار بار اٹھ کر اسے دیکھنا پڑا بلکہ یوں سمجھیں کہ یہ رات میں نے جاگ کر گزاری ہے... اسی لیے صبح کے وقت ایسی آنکھ لگی کہ پھر دن چڑھے ہی اٹھ سکا ہوں۔" وہ لمحے بھر کو سانس لینے کے لیے متوقف ہوا پھر دھیرے سے بولا۔

"اب تو آپ میری تاخیر کی وجہ سمجھ گئے ہوں گے!"

"بالکل سمجھ گیا ہوں" میں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا "اب تمہاری بیوی کی طبیعت کیسی ہے؟"

وحید راٹھور کے تین بچے تھے۔ بڑی بیٹی آٹھ سال کی، اس سے چھوٹے بیٹے کی عمر تین سال تھی اور تیسرا، سب سے چھوٹا بیٹا صرف چھ ماہ کا تھا۔ یہ بچہ جب سے پیدا ہوا تھا، وحید کی بیوی صغریٰ کی طبیعت پوری طرح ٹھیک نہیں ہوئی تھی۔ دو چار دن میں کچھ نہ کچھ ہوتا رہتا تھا اور اس "ہونے" کو نمٹنے یا بھگتنے کے لیے وحید کو زیادہ وقت گھر پر دینا پڑتا تھا۔ اس گاؤں میں وحید کا کوئی قریبی عزیز رشتے دار موجود نہیں تھا۔ وہ اپنے گھریلو حالات اور مسائل کے بارے میں اکثر مجھ سے تبادلۂ خیال کرتا رہتا تھا۔

"اب تو وہ خاصی سنبھل گئی ہے۔" میرے سوال کے جواب میں اس نے بتایا "لیکن دن میں ایک دو دفعہ مجھے گھر کا چکر لگانا پڑے گا..." وہ قدرے متوقف ہوا پھر افسوس ناک لہجے میں بولا۔

"ملک صاحب! میں اپنی اس گھریلو پریشانی کے سبب اس مسئلے کی طرف زیادہ توجہ نہیں دے سکا ہوں جس پر ہم نے رات کو تفصیلی بات کی تھی۔ میں گھر پہنچ کر ایسا مصروف ہوا کہ کچھ خبر نہیں، اس وقت سے لے کر اب تک گاؤں میں کیا ہوتا رہا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے اٹھا ہوں اور تھوڑا کھا پی کر تھانے آگیا ہوں..."

"تمہارے لہجے میں اسی لیے افسوس کا عنصر شامل ہے کہ تمہیں کچھ پتا نہیں، آج کا سورج طلوع ہونے سے لے کر اب تک اس گاؤں خصوصاً تھانے میں کیا انقلابی واقعات پیش آچکے ہیں" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا "تم جس کام پر توجہ نہ دے پانے کی وجہ سے افسردہ ہو، سمجھو وہ کام پچھلے دو تین گھنٹوں میں آدھے سے زیادہ ہو چکا ہے۔ بس، چند ایک آخری مناظر باقی ہیں"

"کک... کیا مطلب...!" حیرت کی شدت سے اس کی آنکھیں پھیل سی گئیں "میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا ملک صاحب... آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"میں تمہیں سمجھاتا ہوں وحید راٹھور!" میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

آئندہ پندرہ بیس منٹ میں، میں نے اسے حالات کی تیزی سے بدلتی ہوئی صورت سے آگاہ کردیا۔ اس کے ساتھ ہی اپنی رائے اور اندازوں کا بھی ذکر کیا۔ وہ حیرت اور دلچسپی کی ملی جلی کیفیت کے ساتھ مجھے سنتا رہا اور جب میں خاموش ہوا تو وہ فیصلہ کن لہجے میں بولا۔

"ملک صاحب! مجھے پکا یقین ہے، نبیلہ کی گمشدگی میں چوہدری مشتاق کے سوا اور کسی کا ہاتھ نہیں ہوسکتا۔ وہ ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہتا ہے... یعنی نبیلہ بھی اسے حاصل ہوجائے اور اس کی راہ کا کانٹا انور علی بھی بڑی صفائی سے ٹھکانے لگ جائے۔"

"گویا تم انور علی سے اتفاق کرتے ہو۔" میں نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا "اس نے بھی کچھ اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے؟"

''ہاں... بڑی حد تک۔'' وہ پُرسوچ لہجے میں بولا۔ ''لیکن میرے ذہن میں نبیلہ کی گمشدگی کا ایک اور بھی پہلو ہے جس کے بارے میں انور نے سوچا بھی نہیں ہوگا۔''

''ہوں...'' میں نے ایک گہری سانس خارج کی اور پوچھا ''اور وہ مختلف پہلو کون سا ہے؟''

وہ سنجیدہ لہجے میں بولا ''آپ کی باتوں سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ انور کے خیال میں چوہدری مشتاق نے اپنے بندوں کی مدد سے نبیلہ کو اس طرح غائب کروایا ہے کہ اس کی گمشدگی کا شک سیدھا اس پر جائے۔ پولیس انور کو نبیلہ کے اغوا کے الزام میں پکڑ کر کسی مصیبت میں ڈال دے اور چوہدری کی عید ہوجائے۔ بعدازاں نبیلہ کو اس طرح برآمد کیا یا کرایا جائے کہ ہر صورت میں انور ہی قصوروار دکھائی دے لیکن میں نے جس پہلو کا ذکر کیا ہے نا جناب...'' وہ ڈرامائی انداز میں متوقف ہوا پھر انکشاف انگیز لہجے میں بولا۔

''میرے خیال میں، اس کھیل میں نبیلہ کی ماں عائشہ بھی چوہدری مشتاق کے ساتھ برابر کی شریک ہے۔ وہ جانتی ہے کہ نبیلہ کو کہاں غائب کیا گیا ہے۔ اس کا رونا دھونا اور بیٹی کے لیے پریشان ہونا محض اداکاری بھی ہوسکتی ہے۔ ملک صاحب! پتا نہیں، مجھے کیوں یقین سا محسوس ہو رہا ہے کہ یہ ڈراما ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت رچایا گیا ہے۔''

''اگرچہ تمہاری باتوں پر تصدیقی مہر تو نہیں لگائی جاسکتی لیکن ان میں خاصا وزن پایا جاتا ہے۔'' میں نے کہا ''نبیلہ کی بازیابی کے لیے عائشہ اور چوہدری مشتاق کو باری باری ایک ہی کسوٹی پر گھسنا پڑے گا اور... یہ کام ابھی سے شروع سمجھو۔''

''لگتا ہے، آپ نے اپنے ذہن میں کوئی لائحہ عمل تیار کرلیا ہے'' وہ پُرجوش انداز میں بولا۔

میں نے اثبات میں گردن ہلادی۔

☆☆☆

دوپہر کے کھانے کے بعد میں تھانے سے نکلا اور چوہدری مشتاق کی حویلی کی جانب قدم بڑھادیے۔ چوہدری کی حویلی اسی گاؤں میں موجود تھی اور تھانے سے بہ مشکل دس منٹ کے فاصلے پر تھی۔ میں اگر چاہتا تو سائیکل، گھوڑے یا تانگے کے ذریعے چوہدری سے ملنے جاسکتا تھا لیکن اس وقت میرے ذہن میں سوچوں کا ایک ہجوم سا لگا ہوا تھا اور میں ایک لائحہ عمل ترتیب دے رہا تھا۔ لہٰذا میں نے دانستہ پیدل جانے کا فیصلہ کیا تھا تاکہ جلد از جلد کسی نتیجے پر پہنچ سکوں۔

یہ بات دیکھنے، سننے اور پرکھنے میں آئی ہے کہ چہل قدمی کے دوران میں انسان کا ذہن زیادہ فعال ہوتا ہے۔ اگر کوئی مسئلہ اس کے دماغ میں اٹک کر رہ گیا ہو تو اس ''عمل'' کے ذریعے وہ بہ نسبت آسانی سے مسئلے کے حل تک پہنچ جاتا ہے۔ نیوٹن، ایڈیسن اور آئن اسٹائن نے بہت ساری سائنسی گتھیاں ٹہل ٹہل کر اور چہل چہل کر ہی سلجھائی تھیں!

میں چوہدری مشتاق کی حویلی تک بعد میں پہنچا، مجھ سے پہلے میری آمد کی خبر وہاں تک رسائی حاصل کرچکی تھی۔ حویلی کے گیٹ پر، ایک ہٹے کٹے ڈشکرے نے میرا بڑا پُرجوش استقبال کیا اور فدویانہ انداز میں بولا۔

''آئیں جی... تھانیدار صاحب... چوہدری صاحب اس وقت حویلی کے اندر موجود ہیں۔ میں آپ کو ان کے پاس لے چلتا ہوں۔''

میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور تیکھے لہجے میں کہا ''لگتا ہے، تمہارے چوہدری صاحب میرے ہی انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں؟''

''او جناب! آپ تو اس علاقے کے بادشاہ ہیں۔'' وہ مسکا لگانے والے انداز میں بولا ''چوہدری صاحب آپ کی بڑی تعریف کرتے رہتے ہیں۔''

اس شخص کی باتوں سے مجھے بہ خوبی اندازہ ہوگیا کہ چوہدری نے تھانے اور گاؤں کے معاملات پر گہری نظر رکھی ہوئی ہے۔ بہرحال، میں نے چوہدری کے بندے کے ساتھ زیادہ بات چیت کرنا مناسب نہ سمجھا اور اس کی معیت میں ایک سجے سجائے کمرے میں پہنچ گیا جو یقیناً چوہدری کی بیٹھک تھی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد چوہدری مشتاق بھی وہاں آگیا۔

یہ چوہدری سے روبہ رو میری پہلی ملاقات تھی۔ اس کی عمر ساٹھ سے متجاوز تھی۔ جثے سے اندازہ ہوتا تھا، جوانی میں وہ کسرت کا عادی رہا ہوگا۔ ڈنڈ پٹی ابھی تک قائم تھی۔ وہ ایک دراز قامت شخص تھا۔ اسے ایک نظر دیکھ کر ذہن میں پنجابی فلموں کے ایک معروف ولن کا تصور اجاگر ہوتا تھا۔ عمر کے اس حصے میں بھی اس کی صحت قابلِ تحسین تھی۔ گویا عائشہ نے اس کی مستعدی اور کارکردگی کے بارے میں جو دعویٰ کیا تھا وہ کچھ غلط بھی نہیں تھا!

چوہدری بڑے تپاک سے، مجھ سے ملا۔ اس کے انداز میں بڑا جوش اور دوستانہ پن پایا جاتا تھا۔ اپنے ابتدائی تاثر سے وہ خاصا زندہ دل اور خوش مزاج ثابت ہو رہا تھا۔ میں نے بھی جواباً گرم جوشی کا مظاہرہ کیا اور رسمی علیک سلیک کے بعد ہم ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ گئے۔

چوہدری نے زیرلب مسکراتے ہوئے کہا ''ملک صاحب! نبیلہ کی گمشدگی ایک حوالے سے اچھی ثابت ہو رہی ہے کہ اس بہانے آپ سے ملاقات تو ہو گئی ورنہ...'' وہ لمحے بھر کے لیے تھما پھر معنی خیز انداز میں اضافہ کرتے ہوئے بولا۔

''ورنہ آپ کو اس تھانے میں تعینات ہوئے اب کافی دن ہو گئے ہیں لیکن نہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکا اور نہ ہی محکمہ جاتی مصروفیات نے آپ کو اس زحمت کی فرصت دی۔ بہرحال، بہانہ کوئی بھی ہو... خوشی اس بات کی ہے کہ ہماری ملاقات ہو گئی۔''

میں نے ایک بات خاص طور پر محسوس کی کہ نبیلہ کے ذکر پر چوہدری کی آنکھوں میں ایک مخصوص چمک ابھر آئی تھی۔ اس چمک کو حیوانی یا ہوس کی چمک کہا جا سکتا ہے۔ اس کے تاثرات سے یہ بھی سمجھ میں آیا کہ وہ نبیلہ اور اس کے معاملے میں خصوصی دلچسپی رکھتا تھا۔ میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

''چوہدری صاحب! آپ کی بات سے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر ابھی تک ہماری ملاقات نہیں ہوئی تھی تو اس میں ہم دونوں برابر کے قصوروار ہیں... خیر، کسی بھی سبب سہی ہم آج ایک دوسرے سے مل تو لیے۔''

اس نے کہا ''اور سنائیں... آج کل تھانے داری کیسی چل رہی ہے؟''

اصولی طور پر اسے سب سے پہلے نبیلہ کے بارے میں استفسار کرنا چاہیے تھا۔ اس کی عملداری میں سے ایک نوجوان اور خوبصورت لڑکی غائب ہو گئی تھی اور جس کے اغوا کا ملزم تھانے میں بند تھا۔ فطری طور پر اس کے اندر یہ تجسس نظر آنا چاہیے تھا کہ ملزم انور نے کیا اگلا، وہ نبیلہ کی گمشدگی کے حوالے سے کیا کہانی سنا رہا ہے اور میں نے مغویہ کی بازیابی کے لیے کیا لائحہ عمل تیار کیا ہے مگر چوہدری نے ان امور سے متعلق کوئی سوال نہیں کیا۔ وہ اپنے انداز اور تاثرات سے بڑا پُرسکون اور مطمئن دکھائی دیتا تھا۔ میں نے اس کے سوال کے جواب میں گہری سنجیدگی سے کہا۔

''چوہدری صاحب! اب آپ مجھ سے یہ سوال تو نہ کریں کہ تھانیداری کیسی چل رہی ہے۔ بھلا کون سا معاملہ آپ کی نظر سے اوجھل ہے۔ آپ کا تو ایک ادنیٰ سا ملازم بھی یہ جانتا ہے کہ میں آپ سے ملنے آیا ہوں اور وہ مجھے اطلاع دیتا ہے کہ... چوہدری صاحب اس وقت حویلی کے اندر موجود ہیں۔ میں آپ کو ان کے پاس لے چلتا ہوں...!''

میرا اشارہ اس بندے کی جانب تھا جو مجھے حویلی کے گیٹ پر ملا تھا اور جس کی راہنمائی میں، میں اس بیٹھک تک پہنچا تھا۔

وہ معنی خیز انداز میں مسکرایا اور بولا ''کیا کریں جی... نظر تو رکھنی پڑتی ہے نا۔ تھانیداری اور چوہدراہٹ قائم رکھنے کے لیے اپنے مخبروں سے کام لینا پڑتا ہے۔ آپ تو اس بات کو مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں؟''

''آپ صحیح کہہ رہے ہیں چوہدری صاحب!'' میں نے مبہم انداز میں کہا۔

اسی وقت ایک ملازم بڑی سی ٹرے اٹھائے بیٹھک میں داخل ہوا۔ یقیناً چوہدری نے ادھر آنے سے پہلے میری خاطرداری کے لیے احکام جاری کیے ہوں گے۔ ملازم نے میرے سامنے رکھی میز پر سامان خورونوش چن دیا۔ میں نے کہا۔

''اس تکلف کی کیا ضرورت تھی چوہدری صاحب۔ میں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی کھانا کھایا ہے۔''

''وہ تو آپ نے اپنے تھانے میں کھایا ہوگا نا!'' چوہدری نے ملازم کو مخصوص اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ پہلی مرتبہ میرے غریب خانے پر تشریف لائیں اور کچھ کھائے پیے بغیر ہی چلے جائیں۔ تھوڑا بہت تو آپ کو لینا ہی پڑے گا ملک صاحب!''

ملازم، چوہدری کا اشارہ بہ خوبی سمجھ گیا تھا۔ وہ خاموشی کے ساتھ گردن جھکا کر بیٹھک سے نکل گیا۔ میں چوہدری کے فرمائشی الفاظ ''تھوڑا بہت'' کے مطابق، نعمت خداوندی سے انصاف کرنے لگا۔ میرے ساتھ ہی چوہدری کا ہاتھ بھی حرکت میں آ گیا۔

چوہدری نے پوچھا ''ملک صاحب! بندے نے زبان کھولی کہ نہیں؟''

بڑی دیر کے بعد وہ اصل موضوع کی طرف آیا تھا۔ میں نے اسے خوش کرنے کے لیے کہا ''ابھی تک تو میں نے پیار کی زبان استعمال کی ہے اور میں محسوس کر رہا ہوں، یہ زبان اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی۔ رات کو اسے حوالدار کے سپرد کروں گا۔ امید ہے، صبح تک وہ تیر کے مانند سیدھا ہو جائے گا اور بڑی خوشی سے حقیقت اگل دے گا۔ ویسے...'' میں نے ڈرامائی انداز میں توقف کیا پھر چوہدری کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''ابھی تک تو وہ آپ پر ہی الزام لگا رہا ہے...!''

''کیا کہتا ہے، میرے بارے میں وہ بدبخت؟'' چوہدری کے چہرے پر ناگواری ابھر آئی۔

میں نے کہا ''اس کا دعویٰ ہے کہ نبیلہ کو آپ ہی نے کہیں غائب کروایا ہے اور اس پر الزام لگا کر اسے جیل بھجوانا

چاہتے ہیں۔''
اس گفتگو کے دوران میں، میں بڑی توجہ سے چوہدری کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ بھی لے رہا تھا۔ انور کے لگائے گئے الزامات کا سن کر چوہدری کی آنکھوں میں ایک خاص قسم کی نفرت ابھری، پھنکار سے مشابہ لہجے میں اس نے مجھ سے استفسار کیا۔
''ملک صاحب! اس گندے کیڑے نے یہ نہیں بتایا کہ میں ایسا کیوں کروں گا۔ میری اس سے کیا دشمنی ہے؟''
''بتایا ہے جناب!'' میں نے بدستور اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا ''اس کا کہنا ہے کہ وہ نبیلہ سے سچی محبت کرتا ہے اور اس سے شادی کرنا چاہتا ہے لیکن آپ کو یہ پسند نہیں ہے۔''
''کمال ہے...'' اس نے بے پروائی سے کندھے اچکائے اور الٹا مجھی سے پوچھنے لگا ''ملک صاحب! آپ ہی بتائیں، مجھے انور اور نبیلہ کی شادی پر بھلا کیا اعتراض ہوسکتا ہے؟''
چوہدری کے اس استفسار سے واضح ہوتا تھا کہ وہ کسی بھی حوالے سے نبیلہ کی ذات میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔ یہ ایک اہم اور حیران کن بات تھی۔ چوہدری ان لمحات میں اگر مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش نہیں کررہا تھا تو پھر انور اور وحید راٹھور کے خدشات برمبنی حقیقت نظر آتے تھے یعنی وہ نبیلہ سے شادی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ وہ اپنی مطلب براری کے لیے محض عائشہ کو سبز باغ دکھارہا تھا۔ بہرحال، میں نے چوہدری کے استفسار کے جواب میں کہا۔
''انور کا دعویٰ ہے کہ آپ نبیلہ سے شادی کی خواہش رکھتے ہیں لہٰذا اسے اپنی راہ کا کانٹا سمجھتے ہیں اسی لیے آپ نے نبیلہ کو غائب کراکے اسے پولیس کے چکر میں پھنسادیا ہے۔''
''کتنا بے وقوف ہے یہ بھی'' وہ نفرت آمیز لہجے میں بولا ''ملک صاحب! آپ ماشاءاللہ! سیانے آدمی ہیں۔ میرا اور انور کا کیا مقابلہ... اگر مجھے نبیلہ سے شادی کرنا ہوتی تو کیا میں اس سے اجازت لیتا۔ وہ کون لگتا ہے نبیلہ کا...؟''
چوہدری کی آواز میں غصے کا عنصر بھی شامل ہوگیا۔ ایک لمحے کے توقف کے بعد اضافہ کرتے ہوئے اس نے کہا ''ملک صاحب! فرض کریں، میں اگر واقعی نبیلہ سے شادی کا خواہش مند ہوتا تو پھر اسے غائب کرنے کی کیا ضرورت تھی... اور دوسری بات یہ کہ اول تو وہ الو کا پٹھا کسی بھی درجے پر میرا ہم سر نہیں اور اگر ایسا ہوتا بھی تو میں نبیلہ کو غائب کرانے کے بجائے اس کا ٹکو ٹھاپ دیتا۔ اپنی راہ کے کانٹے صاف کرنا مجھے بڑی اچھی طرح آتا ہے۔ میری تو سمجھ میں نہیں آرہا کہ اس کا دماغ کیوں خراب ہوگیا ہے۔ مجھے امید ہے، جب رات کو آپ اسے تفتیش کی سختی سے گزاریں گے تو اس کا بخار فوراً اتر جائے گا اور وہ آپ کو نبیلہ کے بارے میں سب کچھ سچ سچ بتادے گا۔''
چوہدری نے بڑے واضح الفاظ میں مجھے جتادیا تھا کہ وہ نبیلہ سے شادی کا ارادہ نہیں تھا۔ یہی خیال اے ایس آئی وحید راٹھور کا بھی تھا۔ انور نے بھی انہی خیالات کا اظہار کیا تھا کہ چوہدری عائشہ سے مسلسل جھوٹ بول رہا ہے۔ وہ اسے شادی کا لارا دے کر نبیلہ کو اپنی عیاشی کے لیے مخصوص رکھنا چاہتا ہے مگر عائشہ کو پورا یقین تھا کہ چوہدری اس کی بیٹی سے ضرور شادی کرے گا۔
میں اگر چاہتا تو یہاں عائشہ کو کوٹ کرسکتا تھا۔ چوہدری نے انور کو تو جھٹلا دیا تھا ممکن ہے، وہ عائشہ کی خواہش کو بھی ایک دیوانگی سے تعبیر کرتا لہٰذا میں نے چوہدری کو مزید گھمنے کے لیے اس پتے کو بچالیا اور گہری سنجیدگی سے کہا۔
''چوہدری صاحب! اگر سچ پوچھیں تو مجھے انور کی بات کا بالکل یقین نہیں آیا تھا۔ اب اس عمر میں جب آپ نانا اور دادا بن چکے ہیں، کیا شادی کریں گے اور وہ بھی ایک معمولی سی لڑکی کے ساتھ لیکن آپ کو تو پتا ہے نا...'' میں نے تھوڑا توقف کیا پھر اضافہ کرتے ہوئے کہا۔
''آپ جانتے ہیں چوہدری صاحب! جب ہمارے پاس کوئی شکایت پہنچتی ہے تو اس پر کارروائی لازمی ہوجاتی ہے۔ بس، میں تو معمول کی پوچھ گچھ کے لیے اِدھر آگیا تھا حالانکہ اس نامراد نے آپ پر کسی اور حوالے سے بھی کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی ہے اور...!''
میں نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑا تو وہ تشویش بھرے لہجے میں بولا ''مزید کیا بکواس کی ہے اس کتے نے؟''
میں نے لوہا گرم دیکھتے ہوئے ایک کاری ضرب لگائی ''وہ بڑے وثوق سے کہہ رہا ہے کہ آپ کے اور عائشہ کے درمیان ناجائز تعلقات ہیں... اسی لیے عائشہ آپ کے دباؤ میں ہے اور وہ نبیلہ کی شادی آپ سے کرنے کو تیار ہے۔ وہ اپنے شوہر کی ذرا عزت نہیں کرتی۔ اسے الو کا گوشت کھلاکر گھر کے ایک کونے میں پھینک رکھا ہے۔ اس کے گھر کا سارا خرچہ آپ کی حویلی سے جاتا ہے اسی لیے آپ کے دو ڈشکروں نے اسے پکڑ کر پولیس کے حوالے کردیا ہے۔ آپ اس کے خلاف ایک گہری سازش کررہے ہیں۔''

''ملک صاحب!'' وہ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچتے ہوئے قہرناک انداز میں بولا۔ ''میں قانون کا بہت احترام کرتا ہوں۔ وہ اس وقت آپ کی تحویل میں ہے اس لیے میں آپ کے معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کروں گا۔ اگر وہ تھانے سے باہر ہوتا تو یقین کریں، اس بکواس پر میں اس کی گردن مروڑ کے رکھ دیتا...''

میں نے دل میں کہا، چوہدری صاحب! مجھے آپ کی طرف سے کسی ایسے ہی ردِعمل کی توقع تھی جبھی تو انور کی حفاظت کے پیشِ نظر میں نے اسے تھانے میں بند کر رکھا ہے!

میں نے انور کی ذات سے منسوب کر کے جو بھی کہانی چوہدری کو سنائی تھی اس کی اثر پذیری دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ان جانے میں کسی نے اس کی ان دیکھی دم پر پاؤں رکھ دیا ہو۔ وہ بری طرح بلبلا رہا تھا۔ میں خاموشی سے اس کے دوبارہ بولنے کا انتظار کرنے لگا۔ ایک لمحے کے توقف کے بعد اس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''ملک صاحب! دیکھا آپ نے، اس کم ذات نے بے چاری عائشہ پر کتنا گھناؤنا الزام لگایا ہے۔ اس سے اس کی گندی سوچ کی عکاسی ہوتی ہے۔ ذرا سوچیں، اس کمینے کی بکواس کے مطابق، اگر مجھ میں اور عائشہ میں ایسا کوئی تعلق رہا ہوتا تو وہ اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کرنے پر کیسے تیار ہو جاتی۔ وہ کم بخت آپ کو گمراہ کر رہا ہے ملک صاحب... جب کہ عائشہ کا معاملہ صرف اتنا ہے...'' وہ ایک مرتبہ پھر متوقف ہوا، ایک گہری سانس خارج کی اور سلسلۂ کلام کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔

''عائشہ ایک طویل عرصے تک میری حویلی میں نوکرانی کے طور پر کام کرتی رہی ہے۔ اس کا گھر والا حیات احمد ایک نمبر کا ہڈحرام اور نکھٹو ہے۔ ظاہر ہے، عائشہ پورا دن میری حویلی میں جان مارتی رہی ہے تو اس کے گھر کا خرچہ بھی میرے ہی توسط سے چلتا رہا ہے... بس، فرق اتنا سا ہے کہ میں نے اس سلسلے کو ابھی تک برقرار رکھا ہوا ہے۔ عائشہ اب باقاعدہ حویلی میں کام کرنے نہیں آتی لیکن میں ایک اچھی روایت کو ابھی تک نبھا رہا ہوں۔ ویسے بھی دریا میں سے اگر ایک قطرہ نکل جائے تو اس سے دریا کی صحت پر کیا اثر پڑتا ہے اور پھر... اگر میں عائشہ کے گھر کا خرچہ چلا بھی رہا ہوں تو اس ذلیل انسان کو کیا تکلیف ہے۔ ملک صاحب...!'' اس نے سنسناتے ہوئے لہجے میں مجھے مخاطب کیا پھر گمبھیر انداز میں بولا۔

''انور اس وقت آپ کی کسٹڈی میں ہے۔ میرے آدمیوں نے پکڑ کر اسے آپ کے حوالے کیا ہے۔ مجھے پورا یقین ہے، نبیلہ کی گمشدگی میں اسی کا ہاتھ ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ اس کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔ اگر آپ نبیلہ کو بازیاب کروانے کے بعد اس خارش زدہ کتے کو جیل بھجواتے ہیں تو اچھی بات ہے ورنہ...!''

''ورنہ کیا چوہدری صاحب؟'' میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا ''میں اس ناپاک جانور اور اس کے گھر والوں کو اپنے گاؤں میں برداشت نہیں کرسکتا۔ اگر انور لمبے عرصے کے لیے جیل کی سلاخوں کے پیچھے نہیں جاتا تو بشیر تر کھان کو یہ گاؤں چھوڑ کر اپنا ٹھکانا کہیں اور کرنا ہوگا۔ میں اس گاؤں کا چوہدری ہونے کی حیثیت سے انہیں گاؤں بدر کرسکتا ہوں۔''

''آپ کو ایسا قدم اٹھانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی چوہدری صاحب!'' میں نے اسے لگام میں رکھنے کے لیے تسلی آمیز لہجے میں کہا ''انور کی طرف سے آپ بالکل بے فکر ہو جائیں۔ میں اسے ایسا فٹ کروں گا کہ اس کی آنے والی سات نسلیں بھی اس نوعیت کی بکواس کی جرأت نہیں کرسکیں گی۔ میرا نام ملک صفدر حیات ہے۔ کوئی بھی مجرم میری آنکھوں میں دھول نہیں جھونک سکتا!''

''مجھے آپ سے یہی امید ہے ملک صاحب!'' وہ گہری سنجیدگی سے بولا ''میں قانون کو ہاتھ میں لینے کا حامی نہیں ہوں اسی لیے میرے بندوں نے اس بدبخت کو پکڑ کر آپ کے حوالے کیا ہے۔ ورنہ میں اسے حویلی بلا کر اس کے سارے کس بل نکال سکتا تھا۔ مجھے آپ پر پورا بھروسا ہے کہ آپ اس کا انجام بڑا عبرت ناک کریں گے۔''

''آپ بے فکر ہو جائیں چوہدری صاحب!'' میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔ ''میں انصاف کے تقاضے ضرور پورے کروں گا۔''

وہ مطمئن ہو گیا۔

میں نے اس سے گرم جوش مصافحہ کیا اور حویلی سے نکل آیا۔ واپسی کی مٹرگشت میں بھی میرا ذہن پوری طرح بیدار اور فعال رہا اور تھانے پہنچنے سے پہلے ایک ایسا آئیڈیا میرے دماغ میں آ ہی گیا جس پر عمل کر کے میں اس کیس کا ڈراپ سین چلا سکتا تھا اور وہ آئیڈیا تھا... عائشہ پر خصوصی کام!

☆☆☆

میں نے تھانے میں قدم رکھا تو اے ایس آئی کو ایک ادھیڑ عمر شخص کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے دیکھا۔ وہ دونوں اس وقت تھانے کے احاطے میں کھڑے تھے۔ مجھ پر نظر پڑی

تو وحید راٹھور نے بہ آوازِ بلند کہا۔
''لیں، انچارج صاحب بھی آ گئے!''
یہ جملہ یقیناً اس نے اپنے ساتھ کھڑے ہوئے شخص کو سنانے کے لیے ادا کیا تھا۔ وہ امید بھری نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔ اس دوران میں، میں ان کے قریب پہنچ گیا۔ اے ایس آئی نے مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ وہ گویا اس شخص کا تعارف کرا رہا تھا۔
''ملک صاحب! یہ بشیر ترکھان ہے۔ اپنے بیٹے انور سے ملنے تھانے آیا تھا۔ میں نے حوالاتی سے اس کی ملاقات کرادی ہے اور اب یہ واپس جا رہا ہے۔''
میں نے چوہدری کی حویلی کا رخ کرنے سے پہلے وحید راٹھور کو خصوصی ہدایات دے دی تھیں کہ اسے میری غیر موجودگی میں تھانے کا نظام کس طرح سنبھالنا ہے۔ انہی ہدایات میں بشیر ترکھان کے حوالے سے بھی چند اہم باتیں تھیں۔ مجھے یقین تھا کہ وحید نے بشیر ترکھان کو اطمینان بخش طریقے سے ڈیل کیا ہوگا۔
وحید نے میرا تعارف کرایا تو بشیر ترکھان مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے بڑی عاجزی سے بولا ''تھانیدار جی! میں بڑی سے بڑی قسم کھانے کو تیار ہوں۔ میرا بیٹا اغوا جیسے جرم میں ملوث نہیں ہوسکتا۔ یہ تو کل دوپہر کو اپنی ماسی سے ملنے دوسرے پنڈ گیا ہوا تھا۔ اگر اس دوران میں عائشہ کی بچی غائب ہوئی ہے تو اس میں میرے انور کا کوئی ہاتھ نہیں۔ مجھے تو لگتا ہے، انور کو پھنسانے کے لیے کوئی گہری سازش کی جارہی ہے۔''
''بشیر!'' میں نے اس کے خاموش ہونے پر ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''پہلی بات تو یہ کہ تمہیں چھوٹی یا بڑی، کوئی بھی قسم کھانے کی ضرورت نہیں۔ میں سنی سنائی باتوں پر یقین نہیں کرتا ہوں بلکہ میں اپنے طور پر تحقیق اور تفتیش کرتا ہوں۔ اگر تمہارا بیٹا بے قصور ہے تو یقین کرو، اس کا ایک بال بھی بانکا نہیں ہوگا۔ بس، ایک رات کی بات ہے۔ کل تک میری تفتیش مکمل ہو جائے گی۔ اگر انور نے نبیلہ کو اغوا کر کے کہیں نہیں چھپایا تو سمجھو کہ کل کی رات یہ اپنے گھر میں سوئے گا اور اگر... یہ اس معاملے میں ملوث ہے تو پھر اسے کوئی بھی قرار واقعی سزا سے نہیں بچا سکے گا'' میں سانس لینے کے لیے متوقف ہوا پھر اضافہ کرتے ہوئے کہا۔
''میں نے تمہارے بیٹے کو معمول کی پوچھ گچھ کے لیے روکا ہوا ہے۔ تم بے فکر ہو کر گھر جاؤ۔ اللہ بھلا کرے گا۔''
میری بات اس کی سمجھ میں آ گئی اور وہ مطمئن ہو کر واپس چلا گیا۔
میں وحید راٹھور کے ساتھ اپنے کمرے میں آ بیٹھا۔ وحید نے بڑی بے تابی سے پوچھا۔ ''ملک صاحب! ادھر چوہدری کی حویلی میں کیا رہا؟''
میں نے نہایت ہی مختصر الفاظ میں اسے وہاں ہونے والی گفتگو سے آگاہ کر دیا۔ اس نے پوری توجہ سے میری بات سنی اور میرے خاموش ہونے پر پوچھا۔
''اب آپ کا کیا ارادہ ہے ملک صاحب؟''
''ارادہ تو میرا نیک ہی ہے۔'' میں نے کہا ''تم فوراً جاؤ اور نبیلہ کی ماں عائشہ کو اپنے ساتھ تھانے لے آؤ... اور ہاں، یہ کوشش کرنا کہ وہ اکیلی ہی آئے۔ تم میری بات سمجھ رہے ہو نا؟''
''جی بالکل سمجھ رہا ہوں'' وہ دبے دبے جوش کے ساتھ بولا ''مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ آپ کوئی خاص قسم کا ٹرائل کرنے والے ہیں۔''
''وحید! جو کچھ بھی ہوگا، تمہاری نظر کے سامنے ہی ہوگا۔'' میں نے ذومعنی انداز میں کہا ''تم وقت ضائع نہ کرو اور فوراً عائشہ کے گھر کی جانب روانہ ہو جاؤ۔''
''او کے سر...!'' وہ ایک جھٹکے سے اٹھا اور کمرے سے نکل گیا۔
آدھے گھنٹے کے بعد وہ عائشہ کو اپنے ساتھ لے کر واپس آ گیا۔ پتا نہیں، اس نے نبیلہ کی ماں کو کیا راگ دیا تھا کہ وہ خاصی مطمئن دکھائی دیتی تھی۔ میں نے عائشہ کو اپنے سامنے میز کی دوسری جانب بیٹھنے کو کہا۔ وحید راٹھور بھی ایک کرسی کھینچ کر تھوڑے فاصلے پر بیٹھ گیا۔
عائشہ نے مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے پوچھا ''ملک صاحب! اس نامراد نے کیا بتایا ہے میری بیٹی کے بارے میں؟''
اس کا اشارہ انور علی کی طرف تھا۔ میں نے کھنکار کر گلا صاف کیا اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا ''عائشہ! میں نے تمہیں یہ بتانے کے لیے تھانے بلایا ہے کہ انور نے اپنے جرم کا اقرار کر لیا ہے۔''
''جی...!'' وہ ہکا بکا رہ گئی۔
اس کے ایک لفظی جملے میں دنیا جہان کی حیرت بھری ہوئی تھی۔ یہ اس کا ایک بے ساختہ عمل تھا جیسے اسے میری بات کا یقین نہ آیا ہو۔ میں نے اس کی آنکھوں میں بہت دور تک جھانکتے ہوئے پوچھا۔
''کیوں... کیا میری بات کا تمہیں یقین نہیں آیا؟''

"نن...نہیں جی...ایسی بات نہیں..." وہ گڑبڑا کر رہ گئی "آپ کہہ رہے ہیں تو ایسا ہی ہوگا...کیا بتاتا ہے وہ نبیلہ کے بارے میں...میری بچی کس حال میں ہے اور...کہاں ہے...آپ نے اس سے پوچھا تو ہوگا...؟"

میں نے بدستور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا "عائشہ بی بی! تم میری بات کو بالکل غلط سمجھی ہو۔ میں نبیلہ کے بارے میں نہیں کہہ رہا تھا!"

"پھر...!" اس کی حیرت دوچند ہوگئی "پھر اس شیطان نے کس جرم کا اقرار کیا ہے؟"

"جرمِ محبت...!" میں نے انکشاف انگیز لہجے میں کہا۔

"کیا؟" وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگی۔

میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا "عائشہ بی بی! انور نے اس حقیقت کا اعتراف کرلیا ہے کہ وہ تمہاری بیٹی سے سچی محبت کرتا ہے اور اسی جرمِ محبت کی پاداش میں چوہدری اسے فٹ کرانا چاہتا ہے کیونکہ وہ خود بھی نبیلہ سے شادی کا خواہش مند ہے۔"

"یہ بکواس تو کسی کام کی نہ ہوئی تھانیدار جی۔" وہ مایوسی بھرے لہجے میں بولی "میں تو یہ سمجھی تھی کہ اس نے نبیلہ کو اغوا کرنے کا جرم قبول لیا ہے...!"

"عائشہ! تم سیانی بیانی ہو..." میں نے آگے کو جھک کر رازدارانہ لہجے میں کہا "نبیلہ کو اغوا کرنے کا اقرار وہ کیسے کرسکتا ہے جبکہ اس نے یہ جرم کیا ہی نہیں!"

"آپ بھی اسی بدبخت کی طرف داری کررہے ہیں تھانیدار جی!" وہ خفگی آمیز لہجے میں بولی۔ "مجھے آپ سے یہ امید نہیں تھی؟"

"ناراض نہ ہو عائشہ بی بی!" میں نے تسلی آمیز انداز میں کہا "اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ انور نے نبیلہ کو اغوا کیا ہے یا نہیں، سزا تو اسے ہر صورت ملے گی۔ میں اسے جیل کی سلاخوں کے پیچھے بھیج کر ہی دم لوں گا!"

اس نے خوشی بھری حیرت سے مجھے دیکھا اور بولی۔ "پتا نہیں، آپ کس قسم کی الجھی ہوئی باتیں کررہے ہیں۔ میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا!"

"تم اپنے ذہن اور سمجھ کو نہ تھکاؤ۔ میری بات میں کوئی الجھن نہیں ہے عائشہ!" میں نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا "میری چوہدری صاحب سے بات ہوگئی ہے۔ میں ابھی ابھی ان کی حویلی ہی سے آرہا ہوں۔ سمجھو کہ نبیلہ کے حوالے سے اب میں بھی تم لوگوں کے راز میں شریک ہوں۔ چوہدری مشتاق نے اعتماد میں لے کر مجھے سب کچھ بتادیا ہے بلکہ میں تو نبیلہ سے...!"

میں نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑا تو وہ تڑپ کر رہ گئی۔ اضطراری لہجے میں اس نے مجھ سے پوچھا "آپ نبیلہ سے کہاں مل کر آرہے ہیں...؟"

اس کے ایک اضطراری جملے نے ہاتھ پکڑ کر مجھے میرے مقصد تک پہنچادیا۔ میں نے ایک گہری سکون بخش سانس خارج کی۔ میں نے اپنے نامکمل جملے میں قطعاً ایسا کوئی تاثر نہیں دیا تھا کہ میں نبیلہ سے مل کر آرہا ہوں لیکن میری اس سیدھی اور سادہ سی چال نے اس کی زبان کو حقیقتِ حال کے اظہار پر مجبور کردیا تھا۔ یہ خدشہ یا اندازہ سچ ثابت ہورہا تھا کہ نبیلہ کو چوہدری مشتاق اور عائشہ نے ملی بھگت سے کہیں غائب کیا تھا۔ میں نے اس کے اضطرابی استفسار کے جواب میں بدستور دھیمے لہجے میں کہا۔

"میں نے کہا نا...عائشہ تم سیانی بیانی ہو...اور یہ بھی بتایا ہے کہ نبیلہ والے معاملے پر میری چوہدری مشتاق سے تفصیلی گفتگو ہوئی ہے۔ اسی نے مجھے بتایا ہے کہ نبیلہ کو ڈیرے پر چھپایا گیا ہے۔ میں ابھی چوہدری کے ڈیرے ہی پر نبیلہ سے مل کر آرہا ہوں۔ وہ بھلی چنگی اور خوش باش ہے۔ چوہدری صاحب نے بتایا ہے کہ جب میں انور کو جیل بھجوادوں گا تو نبیلہ کو منظرِ عام پر لایا جائے گا۔ اب تو تمہیں یقین آگیا نا، میں تم دونوں کے راز میں شریک ہوچکا ہوں؟"

"یقین تو آگیا ہے جی، پر میرے دل میں ایک بات چبھ رہی ہے۔" وہ اے ایس آئی کی جانب دیکھتے ہوئے بولی۔ "بالکل کسی کانٹے کی طرح جی...!"

"یہ اے ایس آئی وحید راٹھور ہے، میرے مکمل بھروسے کا آدمی" میں نے عائشہ کی پریشانی دور کرتے ہوئے کہا "تم بے دھڑک بتاؤ، کون سی بات تمہارے دل میں کھٹک رہی ہے؟"

وحید راٹھور ہماری گفتگو کے دوران میں بالکل خاموش بیٹھا رہا تھا۔ بہ الفاظِ دیگر وہ اس سچویشن کو انجوائے کررہا تھا۔

عائشہ متذبذب انداز میں بولی۔

"تھانیدار جی! آپ ابھی نبیلہ سے مل کر آرہے ہیں تو ظاہر ہے جھوٹ نہیں بول رہے ہوں گے مگر چوہدری صاحب نے مجھ سے کیوں غلط بیانی کی؟"

"کیسی غلط بیانی عائشہ؟" میں نے دوستانہ لہجے میں پوچھا۔

اس نے بتایا "چوہدری صاحب نے تو مجھے بتایا تھا کہ وہ نبیلہ کو بے ہوش کرنے کے بعد دارا مرکی والا کے ساتھ بھرت پور بھیج دیں گے۔ دارا اسے وہاں اپنے بندوں کے

پاس چھوڑ کر واپس یہاں آجائے گا۔ بھرت پور والے بندے بھی دراصل چوہدری صاحب ہی کے نمک خوار ہیں۔ پروگرام یہ طے ہوا تھا کہ انور کے جیل جانے کے بعد جب معاملہ ٹھنڈا پڑ جائے گا تو نبیلہ کو یہاں لے آئیں گے لیکن آپ بتا رہے ہیں کہ...!''

''میں نے کہا ہے نا، تم اپنے جی کو نہ الجھاؤ'' میں نے قدرے سخت لہجے میں کہا'' نبیلہ بھرت پور میں ہے یا یہاں والے چوہدری کے ڈیرے پر، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بہت جلد وہ تمہارے سامنے ہوگی اور اس وقت تک تم ایک سرکاری مہمان کی حیثیت سے میرے پاس رہوگی!''

میرا آخری جملہ سن کر اسے حیرت کا جھٹکا لگا، وہ بے حد مضطرب انداز میں بولی۔'' جی... کیا مطلب ہے آپ کا؟''

''مطلب بڑا واضح ہے عائشہ!'' میں نے اس کے چہرے پر نگاہ گاڑتے ہوئے کہا'' جب تک میں بھرت پور سے تمہاری بیٹی کو بازیاب کر کے یہاں نہیں لے آتا، تمہیں میرے تھانے کی حوالات میں رہنا ہوگا۔ میں نہیں چاہتا کہ تم آزاد گھومو... اور چوہدری مشتاق سے جا کر اس بات کی تصدیق کرو کہ اس نے مجھے نبیلہ والے راز میں شریک کیا ہے یا نہیں!''

''تو کیا... تو کیا...؟'' اس کی آنکھوں میں دہشت سی بھر گئی۔

میں نے کڑک کر کہا'' تو کچھ نہیں... تو کچھ نہیں...!''

''ابھی آپ نے بتایا ہے کہ ڈیرے پر نبیلہ سے مل کر آرہے ہیں...'' اس کی حالت دیدنی تھی'' پھر... اسے لینے کے لیے بھرت پور کیوں جا...؟''

وہ بولتے بولتے یک دم خاموش ہوگئی۔ اس کی آنکھوں میں مجھے موت کے سائے لہراتے دکھائی دیے۔ اسے یقین ہوگیا کہ میں نے ایک سیدھی چال چل کر اسے بڑا الٹا پھنسا دیا ہے۔ اس سے پہلے کہ وہ ہائے دوائے شروع کرتی، میں نے حوالدار بہادر علی کو بلا کر اسے حوالات میں بند کرا دیا پھر وحید راٹھور کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''کہو، کیسا رہا... میرا آئیڈیا پسند آیا؟''

''سپر سر سپر'' وہ سراہنے والے انداز میں بولا'' آپ نے تو کمال کر دیا۔''

''اب تھوڑا بہت کمال اور جلال تمہیں بھی دکھانا ہے وحید!'' میں نے پُرسوچ انداز میں کہا۔

وہ سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے جوشیلے لہجے میں بولا'' حکم ملک صاحب!''

میں نے کہا'' بھرت پور یہاں سے صرف دو میل کے فاصلے پر مشرق میں واقع ہے۔ میں نبیلہ کو بازیاب کرنے اُدھر جا رہا ہوں۔ مجھے امید ہے، رات کا اندھیرا پھیلنے سے پہلے ہی میں کامیاب لوٹ آؤں گا۔ اس دوران میں تمہیں جواں مردی کا مظاہرہ کرنا ہے۔ اس بات کا امکان ہے کہ چوہدری کو عائشہ کی حراست کا علم ہوجائے۔ وہ خود یا اپنے کسی ڈشکرے کو تھانے بھیج سکتا ہے تاکہ صورتِ حال سے آگاہی حاصل کر سکے۔ تم نے کسی بھی شخص کو عائشہ تک نہیں پہنچنے دینا ورنہ سارا کھیل بگڑ جائے گا'' میں سانس لینے کے لیے متوقف ہوا پھر اضافہ کرتے ہوئے کہا۔

''عائشہ کی حمایت میں یہاں آنے والا کوئی بھی شخص اگر زیادہ اکڑفوں دکھانے کی کوشش کرے تو ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اسے پکڑ کر حوالات میں بند کر دینا، چاہے وہ چوہدری مشتاق ہی کیوں نہ ہو۔ میری طرف سے تمہیں مکمل اختیارات حاصل ہیں۔''

وہ خوش ہوتے ہوئے بولا۔'' آپ نے اختیارات دیے ہیں تو سمجھیں، میں شیر بن گیا ہوں۔ اب چوہدری ہو یا اس کا کوئی پالتو جانور... اگر کسی نے میرے منہ لگنے کی جرات کی تو میں اسے چیر پھاڑ کر کھا جاؤں گا۔''

''شاباش!'' میں نے ستائشی لہجے میں کہا'' برائی اور باطل کے خلاف ایک پولیس اہلکار کو ایسا ہی پُرعزم اور فرض شناس ہونا چاہیے۔ میں تھانے کے عملے کو خصوصی ہدایات دے کر جاؤں گا۔ اس کارِ خیر میں وہ تم سے مکمل تعاون کریں گے۔''

''بہت بہت شکریہ ملک صاحب!'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا پھر پوچھا'' کیا آپ بھرت پورا کیلے ہی جائیں گے؟''

''میں اپنے ساتھ کانسٹیبل گل فراز کو لے کر جا رہا ہوں۔'' میں نے جواب دیا'' بھرت پور ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ وہاں چوہدری مشتاق کے نمک خواروں کو تلاش کرنا اور ان کے قبضے سے نبیلہ کو نکالنا میرے لیے مشکل نہیں ہوگا۔ سمجھو، میں ابھی گیا اور ابھی آیا۔ یہ اتنا بڑا مشن نہیں کہ میں اپنے ساتھ پوری بٹالین لے کر چلوں۔''

وحید نے زیرِ لب مسکراتے ہوئے اثبات میں گردن ہلا دی۔

☆☆☆

اس روز میں سورج غروب ہونے سے پہلے ہی کامیاب واپس لوٹ آیا۔ انسان کا عزم مضبوط اور حوصلہ جوان ہو تو وہ پہاڑ کاٹ کر بھی اپنے لیے راستہ بنا سکتا ہے۔ میں نے نہ صرف نبیلہ کو بازیاب کرا لیا تھا بلکہ بھرت پور سے

چوہدری مشتاق کے تین بندوں کو بھی گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ جب میں نے تھانے میں قدم رکھا تو ایک سنسنی خیز صورتِ حال میری منتظر تھی۔

چوہدری مشتاق اپنے حواریوں کے ہمراہ بہ نفسِ نفیس تھانے میں موجود تھا اور عائشہ کی رہائی کے لیے وحید راٹھور سے گرما گرمی کر رہا تھا۔ مجھ پر نظر پڑی تو اس کا غصہ ساتویں آسمان کو چھونے لگا۔ برہمی سے بولا۔

''صفدر حیات! تم نے مجھ سے بڑا خطرناک دھوکا کیا ہے۔ یاد رکھو، اس حرکت کا بڑا بھیانک نتیجہ برآمد ہوگا!''

''حرکت میں برکت ہے چوہدری مشتاق اور خاصی صحت مند ''برکت'' ہے'' میں نے نبیلہ اور اس کے، بھرت پور سے گرفتار ہونے والے بندوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ''اور جہاں تک دھوکا دینے کا تعلق ہے تو تلف گیم (دھوکا دہی کے کھیل) میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو، تم نے کتنی رتی سچ اور کتنے ٹن جھوٹ بولا ہے مجھ سے اور... تم جو بھیانک نتیجے کا ذکر کر رہے ہو نا...'' میں نے ڈرامائی توقف کیا پھر سنسناتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''میں تمہاری بات سے مکمل اتفاق کرتا ہوں۔ نتیجہ تو واقعی بڑا بھیانک نکلنے والا ہے لیکن میرے لیے نہیں بلکہ تمہارے لیے...!''

''کیا مطلب ہے تمہارا؟'' وہ بڑی بدتمیزی سے مستفسر ہوا۔

میں نے وحید راٹھور کو مخصوص اشارہ کرتے ہوئے کہا ''راٹھور صاحب! چوہدری مشتاق کو آسان زبان میں میری بات کا مطلب سمجھا دو۔ میں سمجھانے بیٹھ گیا تو اس کے لیے بڑی مشکل ہو جائے گی۔''

اے ایس آئی خطرناک انداز میں چوہدری کی جانب بڑھا تو وہ چلا اٹھا ''یہ... یہ کیا بے ہودگی ہے...؟''

''یہ بے ہودگی نہیں، گرفتاری ہے چوہدری صاحب!'' میں نے طنزیہ لہجے میں کہا ''میں تمہیں نبیلہ کو اغوا کرانے اور حبسِ بے جا میں رکھوانے کے الزام میں گرفتار کر رہا ہوں۔ اب تمہاری باقی کی، ابتدائی زندگی میرے تھانے کی حوالات میں اور آخری زندگی جیل کی سلاخوں کے پیچھے گزرے گی۔''

''تم... تم... ایسا نہیں کر سکتے۔'' وہ بھڑک کر بولا اور اس کے ساتھ ہی باہر کی جانب دوڑ لگانے کی کوشش کی۔

مجھے اس سے ایسی کسی بھی حرکت کی توقع تھی۔ میں نے بڑی پھرتی سے اس کی ٹانگوں میں اڑنگا لگایا۔ وہ ایک زوردار آواز کے ساتھ، منہ کے بل فرش پر جا گرا۔ اس ٹکراؤ نے اس کے حلق سے ایک بھیانک چیخ برآمد کی اور وہ بلبلاہٹ بھرے انداز میں مجھے غلیظ گالیوں اور خطرناک دھمکیوں میں تولنے لگا۔

میں نے اس کی یاوہ گوئی اور لن ترانیوں کی ذرا پروا نہیں کی اور اس کے ساتھیوں سمیت گرفتار کر کے اپنے تھانے کی حوالات میں بھر دیا۔ حوالات اس ''شکم سیری'' پر بڑی خوش نظر آتی تھی۔ ''پیٹ'' بھرنے کے لیے کھانا تو اسے ملتا ہی رہتا تھا لیکن چوہدری مشتاق کے وجود نے گویا اس کے لیے ''شاہی ضیافت'' کا اہتمام کر دیا تھا۔

چوہدری مشتاق کو قرار واقعی سزا دلوانے کے لیے میرے پاس نبیلہ کی شکل میں ایک مضبوط گواہ موجود تھی۔ وہ چوہدری سے جتنی شدید نفرت کرتی تھی اتنا ہی ٹوٹ کر وہ انور کو چاہتی تھی۔ اس محبت کی قوت نے اس کے اندر ایسا حوصلہ پیدا کیا کہ وہ حالات کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑی ہو گئی۔ چوہدری نے مختلف ذرائع سے اسے خطرناک دھمکیاں دیں لیکن اس کے پایۂ استقامت میں کوئی لرزش نہ آئی۔

نبیلہ کے استقلال اور تیزی سے بدلتی ہوئی صورتِ حال کو دیکھ کر عائشہ بھی چوہدری کے خلاف ہو گئی اور اس نے اس بکھیڑے کا سارا الزام چوہدری مشتاق پر ہی ڈال دیا۔ اس نے اپنے حلفیہ بیان میں بتایا کہ وہ چوہدری کے دباؤ کے سبب مجبور ہو گئی تھی۔

عائشہ وعدہ معاف گواہ بنی تو میرا کام اور بھی آسان ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی نبیلہ اور انور کا ''کام'' بھی سہل ہو گیا۔ ان کی سچی محبت رنگ لے آئی۔ اِدھر میں نے چوہدری مشتاق کو عدالت سے سزا دلوا کر جیل بھجوایا، اُدھر نبیلہ اور انور کی شادی ہو گئی۔

ایسا نہیں ہے کہ چوہدری مشتاق نے اپنی طاقت اور تعلقات کا استعمال نہیں کیا تھا۔ اس نے سزا سے بچنے کے لیے سرتاپا زور مارا تھا لیکن اس کے مدِمقابل کوئی عام تھانیدار نہیں، بلکہ ملک صفدر حیات تھا... میں نے اس کی ہر چال اسی پر لوٹا کر نبیلہ سے کیا ہوا وعدہ نبھا دیا۔

بعض اوقات چہل قدمی کرتے ہوئے ایسے ہی ان مول آئیڈیاز ذہن میں آ جاتے ہیں جیسا کہ میرے ذہن میں وارد ہوا تھا۔ میں نے عائشہ کی زبان کھلوانے کے لیے ایک سیدھی چال چلی جو نتیجہ خیز ثابت ہوئی۔

نہ صرف نتیجہ خیز ثابت ہوئی بلکہ اس نے بہت سوں کی زندگی میں بہار، نکھار اور سدھار پیدا کر دیا تھا۔

(تحریر حسام بٹ)